آخری وصیّت

خرم مراد

منشورات

جملہ حقوق محفوظ

نام کتاب : خرم مراد کی آخری وصیت

انتخاب : خرم مراد

طبع اول : فروری ۱۹۹۷ء

تعداد : ۲۰۰۰۰

طبع دوم : جنوری ۲۰۰۰ء

تعداد : ۲۰۰۰

ناشر : منشورات، منصورہ، ملتان روڈ، لاہور-۵۴۵۷۰

فون: ۵۴۴۵۳۵۶، فیکس: ۷۸۳۲۱۹۴

ای میل: manshurat@hotmail.com

کمپوزر : سید حیدر زیدی

مطبع : سلیم تنویر پرنٹرز، ریٹی گن روڈ، لاہور

قیمت : ۵۰/ روپے

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

یَوْمَ لاَ یَنْفَعُ مَالٌ وَّلاَ بَنُوْنَ

جس دن نہ کام آئے کوئی مال ، اور نہ بیٹے۔

اِلاَّ مَنْ اَتَی اللّٰہَ بِقَلْبٍ سَلِیْمٍ (الشعراء ۲۶ : ۸۸، ۸۹)

سوائے اس کے جو اللہ کے پاس قلب سلیم لے کر آئے۔

اللہ تعالیٰ کا یہ احسان عظیم ہے کہ وہ اپنے بندوں تک اپنی آیات پہنچانے کے لیے، کتاب و حکمت کی تعلیم کے لیے، اور ان کے تزکیہ کے لیے ایسی ہستیاں مامور کرتا ہے کہ جو اپنے زماں و مکاں میں نور علیٰ نور کا پرتو بن کر دلوں کو ایمان کی زینت سے آراستہ کرتی ہیں اور کفر و فسق و عصیان سے نفرت دلاتی ہیں۔

خرم مراد پر یہ اللہ کا بیش بہا انعام تھا کہ وہ اپنی تحریر و تقریر، دروس و مواعظ، تزکیہ و تلقین اور گفتگو و مباحث کے ذریعہ حق کی گواہی دیتے، زندگیوں کو بندگی رب کے مطابق ڈھالتے اور دلوں کو پاکیزہ بناتے۔ ان سے مستفید ہونے والے ان گنت افراد اس کرۂ ارض پر پھیلے ہوئے ہیں۔

اپنے خاندان کی تربیت سے وہ اپنی زندگی میں غافل رہے نہ موت میں۔ اپنے آپ کو اور گھر والوں کو جہنم کی آگ سے بچانے کے لیے انھوں نے ایسا ماحول ترتیب دیا کہ نیکیاں فروغ پاتی تھیں اور برائیاں مرجھا جاتی تھیں۔ جب ہمیں کوئی نیک کام کرتے دیکھا تو بے تحاشا خوش ہوتے کہ جیسے انھیں کوئی انعام مل رہا ہو۔ اگر کبھی غفلت میں مبتلا دیکھا تو سمجھایا، تنبیہ کی، اور گرنے سے بچایا۔ ہماری زندگی میں اپنی موت سے پیدا

ہونے والے خلا کو پر کرنے کے لیے انھوں نے بیماری کے باوجود' سنت سلف پر عمل کرتے ہوئے' یہ وصیت تحریر کی۔

ان کے پیچھے رہنے والوں میں صرف ہم لوگ ہی نہیں ہیں بلکہ وہ تمام افراد بھی ہیں جن سے انھوں نے اللہ کی خاطر محبت کی' اور جن کو وہ جنت کا راستہ دکھاتے رہے۔ لہٰذا ہم نے فیصلہ کیا کہ اس وسیع خاندان تک اس وصیت کو پہنچایا جائے تاکہ ہم سب کے نیک اعمال ان کے لیے صدقہ جاریہ بن جائیں اور نیکیوں کے یہ تحائف ان کو قیامت تک ملتے رہیں۔

آپ جب اس کو پڑھیں گے تو اس کی حلاوت سے متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکیں گے۔ ایسا محسوس ہوتا ہے کہ جیسے اس پر مشک کی مہر لگی ہوئی ہے' مزاج میں تسنیم کی طرح ہے' اور ان چیزوں میں سے ہے کہ جس کے لیے سبقت لے جانے والے سبقت لے جانے کی کوشش کریں۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ خرم مراد کی مغفرت کرے' اور ہمیں ایمان میں ان کے ساتھ چلنے کی توفیق دے تاکہ ہمیں بھی ان کے حوالے سے ان کے درجے تک پہنچنے کی سعادت مل جائے۔ آمین!

لمعت النور مراد

احمد' حسن' فاروق' فرح' اویس' فائزہ

ہما' نوشابہ' سیما' بلال' مریم

فاطمہ' آمنہ' سارہ

مریم' ابراہیم

صفا' اسماعیل

حمیرا' زینب' کلثوم' زہرا' عائشہ

مونا

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ کسی مسلمان پر دو راتیں ایسی نہ گزرنا چاہییں کہ اس کے پاس وصیت کے قابل اشیا اور امور کے بارے میں لکھی ہوئی وصیت موجود نہ ہو (او کما قال صلی اللّٰہ علیہ وسلم)۔ میں یہ وصیت حضورؐ کے اسی ارشاد کی تعمیل میں لکھ رہا ہوں۔

موت سے کسی کو بھی مفر نہیں۔ یہ کسی وقت بھی آسکتی ہے' کہیں بھی آسکتی ہے' اچانک بھی آسکتی ہے' اس طرح بھی آسکتی ہے کہ کوئی پاس نہ ہو' پاس ہوں تو اہل و عیال نہ ہوں' ہوں بھی تو ان سے کچھ کہنے کا موقع نہ ملے' اور کسی چیز کے بارے میں وصیت کرنے کی نوبت نہ آئے۔ اِنَّ اَجَلَ اللّٰہِ اِذَا جَآءَ لَا یُؤَخَّرُ لَوْ کُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ (نوح ۷۱: ۴)۔ حقیقت یہ ہے کہ اللہ کا مقرر کیا ہوا وقت جب آجاتا ہے تو پھر ٹالا نہیں جاتا۔ کاش تمھیں اس کا علم ہو) اور فَلَا یَسْتَطِیْعُوْنَ تَوْصِیَةً وَّلَآ اِلٰٓی اَھْلِھِمْ یَرْجِعُوْنَ (یٰسین ۳۶: ۵۰)۔ اور اس وقت یہ وصیت تک نہ کرسکیں گے' نہ اپنے

گھروں کو پلٹ سکیں گے)۔ موت آتی ہے تو دنیا کی ہر چیز سے ہر قسم کے روابط اور تعلقات بالکل منقطع ہو جاتے ہیں، کسی چیز پر کوئی قدرت باقی نہیں رہتی، ہر قسم کے معنوی اور مادی اسباب و وسائل چھوٹ جاتے ہیں، کسی چیز کے بارے میں کسی تصرف کا اختیار نہیں رہتا۔ وصیت ہر وقت تیار رکھنے کی ہدایت اس لیے ہے کہ تمام امور و معاملات بہ حسن و خوبی سلجھ سکیں، حقوق اور دیون کی ادائگی کا بندوبست ہو سکے، امانتیں ادا ہو سکیں، اور حتی الامکان وہ چیزیں انجام پا سکیں جو انسان چاہتا ہے۔

وصیت ہر وقت تیار رکھنا اس بات کی مسلسل یاد دہانی کے لیے بھی مفید ہے کہ ایک دن سے زیادہ، آج کے دن کے بعد، زندگی کا کوئی اعتبار نہیں کہ وہ رہے گی یا نہیں۔ اس یاد دہانی سے وہ کیفیت پیدا ہوتی ہے کہ جس کی تعلیم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے یوں دی ہے: صبح ہو تو شام کی امید نہ رکھو۔ شام ہو تو صبح کی نہ رکھو۔ دنیا میں ایک مسافر یا راہ گیر کی طرح رہو۔

لیکن افسوس کہ سب جانتے اور بوجھتے بھی سستی اور ٹال مٹول ایسی غالب رہی کہ صبح ہوتی رہی اور شام ہوتی رہی مگر وصیت لکھنے کی نوبت آ رہی ہے تو آج۔

آج جب کہ عمر کی ۶۳ منزلیں گزر چکی ہیں، اور موت، جو کبھی بھی کچھ دور نہ تھی، مسلسل قریب آتی رہی ہے، اور اب تو بہت ہی قریب آ گئی ہے۔ (یہ افسوس اور ندامت اس لیے کہ میرا معاملہ ہر عام آدمی کی طرح کا معاملہ نہیں، جسے وصیت تیار رکھنے کی ہدایت کی گئی ہے۔ پہلے ہارٹ اٹیک کے بعد، جو نومبر ۱۹۶۶ میں ہوا اور سب سے سخت اٹیک تھا، اللہ تعالیٰ نے مجھے اب تک ۳۰ سال کی بونس عمر دی ہے، مہلت دی ہے۔ اس طویل مدت میں، میں ایک عام آدمی سے کہیں زیادہ مسلسل روز بروز بڑھتے ہوئے موت کے خطرے کی زد میں رہا ہوں۔ اس مدت میں مزید چار ہارٹ اٹیک ہوئے، تین دفعہ ایمبولینس میں انتہائی نگہداشت میں گیا جس سے واپسی کا امکان

کم ہی ہوتا ہے۔ ۲۰ سال سے انجائنا ہے' ۴ دفعہ اینجیو گرافی ہو چکی ہے' دو دفعہ بائی پاس سرجری ہو چکی ہے' صرف بائی پاس نہیں بلکہ والو کی وجہ سے اوپن ہارٹ سرجری ہوئی' ایک والو پلاسٹک کا ہے۔ ۱۹۹۱ کے ہارٹ اٹیک کے بعد انجائنا برابر بڑھ ہی رہا ہے' اب نوبت یہاں تک پہنچ گئی ہے کہ تیسری سرجری کے بارے میں سنجیدگی سے غور ہو رہا ہے۔ دو ہفتے لاہور میں قلب کے وارڈ میں گزار کر اب انگلینڈ میں ہوں۔ ۸ فروری کو پھر اینجیو گرافی پیش نظر ہے تاکہ آیندہ کا لائحہ عمل طے کیا جا سکے۔۔۔ جو تقریباً یقینی ہے کہ آپریشن ہی ہو گا۔ اِلَّا مَاشَاءَ اللّٰہ۔ میں بظاہر مذاق میں کہتا رہا ہوں کہ اگر مجھے کچھ ہو جائے اور میری میڈیکل ہسٹری چھپے' تو لوگوں کو تعجب اس پر نہیں ہو گا کہ یہ کیوں مرگیا' بلکہ ہو گا تو اس پر ہو گا کہ یہ اب تک زندہ کیسے رہا۔

لیکن اس سب کے باوجود بھی وصیت نہ لکھی جا سکی! یہ غفلت کچھ وصیت کے معاملے ہی میں نہیں ہے۔ ساری بد عملیوں اور محرومیوں کا حال یہ ہے کہ سب کچھ جانتے بوجھتے بھی ہوتی رہی ہیں۔ انھی کوتاہیوں کی نذر عمر کا بیش تر سرمایہ وقت ہو گیا ہے۔

ایسا نہیں کہ سستی اور ٹال مٹول کی اس طویل مدت کے دوران میں' موت سے بالکل غافل' یا وصیت لکھنے کی فکر سے خالی رہا ہوں۔ موت کو یاد رکھنے کی کوشش بہت عرصے سے رہی ہے۔ ۱۹۸۲ کے بعد اور زیادہ۔ گذشتہ ۵ سالوں میں تو وقتاً" فوقتاً" یہ مراقبہ بھی کرتا رہا ہوں کہ ایک سانس آئی' پتا نہیں دوسری آئے گی یا نہیں' آئے گی تو اللہ کے اذن سے۔ ایک دفعہ دل دھڑکا' دوسری دفعہ دھڑکے گا یا نہیں پتا نہیں' دھڑکے گا تو اللہ کے حکم سے۔ رات کو سوتے ہوئے موت کو یاد کر کے ہی' بھول نہ جاؤں تو یہ کہتا ہوں کہ اِنْ اَمْسَكْتَهَا فَارْحَمْهَا (اگر تو اس کو روک لے تو اس پر رحم فرما)۔ ۱۹۸۲ کے آپریشن سے پہلے تم سب کے نام' دوسروں کے نام بھی' خط بھی لکھ

لیے تھے اور وصیت بھی نرس کے حوالے کر دی تھی۔ گذشتہ ایک سال سے تو مسلسل فکر لگی رہی ہے۔ لیکن بس لکھنے کے دوسرے کام اتنا وقت لیتے رہے کہ نوبت نہ آئی۔ لاہور کے ہسپتال میں تو لکھنا شروع کر دی تھی' لیکن پھر سلسلہ ٹوٹ گیا۔ اب یہاں فاروق کے گھر میں آج ۲۷ جنوری ۱۹۹۶ کو نئے سرے سے لکھنا شروع کر رہا ہوں۔ "ترجمان القرآن" کا کام اب بھی سر پر ہے۔ بس اللہ سے دعا ہے کہ وہ اسے مکمل کروا ہی دے۔

اس وصیت کے مخاطب لمعت' احمد' حسن' فاروق' فرح' اویس' فائزہ' ہما' نوشابہ' سیما' بلال' مریم اور ان کے سب بچے ہیں۔ ان کے ذریعہ سے اس کا عمومی حصہ عام ہو تو میری طرف سے کوئی ممانعت نہیں' لیکن میری کوئی وصیت بھی نہیں کہ ایسا کیا جائے۔

عمومی توصیات

مجھ سے جدائی پر تمھیں جو رنج و غم ہوگا' اس کا مجھے بخوبی اندازہ ہے۔ جتنی محبت ہوتی ہے اور تعلق ہوتا ہے' اتنا ہی جدائی پر رنج و غم زیادہ ہوتا ہے۔ تم کو مجھ سے جس قدر محبت ہے' اس میں مجھے کوئی شبہ نہیں۔ اس لیے تمھیں جس قدر رنج و غم ہے' اس میں بھی مجھے کوئی شبہ نہیں۔ اس بارے میں چند باتیں سامنے رکھو' اور ان پر عمل کرو' اللہ تعالیٰ اس معاملے کو تمھارے لیے اور میرے لیے ابدی خیرو برکت کا ذریعہ بنادے گا۔ تمھیں اپنی کیفیات پر قابو پانے میں بھی مدد ملے گی۔

۱۔ دل کا غم' اللہ کی اس رحمت کی برکت ہے جو اس نے تمھارے دل میں رکھ دی ہے۔ دل کی رقت اور آنکھوں کے آنسو بھی اس کی رحمت کا فیضان ہیں۔ اس غم کو اور اس نمی کو اللہ کا عطیہ سمجھو۔ دل کی ایسی سختی کہ وہ حوادث پر پگھل کر نہ دے' اور آنکھوں کی ایسی خشکی کہ وہ بہہ کر نہ دیں' اللہ کی رحمت سے دوری اور محرومی کی علامت ہے۔ اس بات کو اچھی طرح یاد رکھنا: یہ مرہم کا کام بھی کرے گی' سہارے اور اجر کا باعث بھی بنے گی۔

۲۔ حضورؐ نے خود بالکل ایسے ہی موقع کے لیے فرمایا' جب آپؐ خود ایسی ہی کیفیت سے دوچار تھے: بے شک ہم جدائی پر غمگین ہیں' آنکھیں غمناک ہیں' لیکن اللہ کے فیصلے پر راضی ہیں۔ حضورؐ کے اس سہارے میں تسلی اور صبر کا سامان بھی پاؤ گے' اور رنج و غم کی وہ حد بھی جہاں تم کو رک جانا چاہیے۔ رنج و غم میں بھی حضورؐ کے اتباع کی نیت ضرور رکھنا۔ آپؐ سے قربت نصیب ہوگی' جو خود تسلی اور سہارے

کا بڑا سامان ہے۔ پھر اس غم و اندوہ کا اجر بھی ملے گا' اور اللہ کی محبت بھی نصیب ہوگی۔ فَاتَّبِعُوْنِیْ یُحْبِبْکُمُ اللّٰہُ اور یہ قیمتی ہدایا کچھ نہ کچھ مجھے بھی پہنچیں گے' ان شاء اللہ۔

۳۔ جو چیزیں اللہ کو پسند نہیں' اس کو ناراض کرتی ہیں' انھیں بھی یاد رکھنا' اور ان سے بچنا' یہ باتیں ایمان کے منافی ہیں--- دل اور آنکھ تمھارے اختیار میں نہیں' ان کو روکنا اور تھامنا ضروری بھی نہیں' بلکہ یہ کیفیات اللہ کا عطیہ ہیں۔ لیکن زبان کو تھامنا ضروری ہے۔ اور یہ تمھارے اختیار میں ہے۔ کوئی ایسی بات منہ سے نہ نکلے جو رضا بالقضا کے خلاف ہو۔ جزع و فزع نہ ہو' گلہ شکوہ نہ ہو' یاس و حسرت نہ ہو۔ یہی روش تمھاری طرف سے میرے لیے سب سے پہلا بیش قیمت ہدیہ ہو گا' جو ان کٹھن مقامات پر میرے بہت کام آئے گا' جن سے آنکھ بند ہوتے ہی مجھے دوچار ہونا پڑے گا۔ اور ان شاء اللہ' تمھارے لیے بھی بے معنی اور لاحاصل کلمات کے مقابلے میں یہ طرز عمل زیادہ سے زیادہ اجر کا باعث ہو گا۔

۴۔ سب سے بڑھ کر اس بات کی نگہداشت کرنا کہ زبان سے کوئی لفظ حسرت کا ہرگز نہ نکلے' نہ دل کسی حسرت میں مبتلا ہو۔ یہ تو ہرگز نہ کہنا' نہ سوچنا کہ "اگر! کاش!..... ایسا ہوتا..... ایسا نہ ہوتا' تو یہ نہ ہوتا"۔ حضورؐ نے فرمایا ہے کہ "لو (کاش اگر) شیطانی عمل کا دروازہ کھول دیتا ہے"۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ یہ کافروں کا قول ہے۔ تم ان کی طرح نہ ہو جاؤ جنھوں نے کفر کیا' اور سفر یا لڑائی میں مرنے والے پیاروں کے بارے میں کہتے ہیں کہ "اگر (نہ جاتے) ہمارے پاس رہتے تو نہ مرتے' نہ قتل کیے جاتے۔ لِیَجْعَلَ اللّٰہُ ذٰلِکَ حَسْرَۃً فِیْ قُلُوْبِھِمْ (آل عمران ۳:۱۵۶)۔ اللہ

اس قسم کی باتوں کو ان کے دلوں میں حسرت و اندوہ کا سبب بنا دیتا ہے)۔

۵۔ یہ سوچ، اور یہ گفتگو، صرف حسرت کی سوزش کا سامان اس لیے بھی ہے کہ جو کچھ ہونا تھا، ہو چکا، وہ اب کسی صورت پلٹایا نہیں جا سکتا۔ اس لیے بھی ہے کہ جو کچھ ہونا تھا، وہ اسی طرح، اسی وقت اور اسی مقام پر ہونا تھا، پہلے سے کوئی بھی تدبیر کر لی جاتی تو بھی اس سے مفر کی کوئی صورت نہ تھی۔ یہ دو باتیں اچھی طرح یاد رکھو گے تو رضا بالقضا کی آدھی کیفیت تو حاصل ہو جائے گی۔

بار بار یاد کرنا، خود کو، سب کو یاد دلانا، کہ حکم، تدبیر اور تصریف صرف اللہ کے لیے ہے۔ اسباب جو نگاہوں سے نظر آتے ہیں، اس کی تدبیر کا ذریعہ ہیں۔ جو اللہ کی معرفت سے تہی دامن ہے، اس کی نگاہ انھی اسباب میں اٹک جاتی ہے، یہی اسباب اس کے اور رب کے درمیان حجاب بن جاتے ہیں۔

ورنہ جو کچھ پیش آتا ہے، اللہ کے حکم سے پیش آتا ہے: مَآ اَصَابَ مِنۡ مُّصِیۡبَۃٍ اِلَّا بِاِذۡنِ اللّٰہِ (التغابن ۶۴:۱۱۔ کوئی مصیبت کبھی نہیں آتی مگر اللہ کے اذن ہی سے آتی ہے)۔ یہی دل کو سیدھا رکھنے کا نسخہ ہے: وَمَنۡ یُّؤۡمِنۡۢ بِاللّٰہِ یَہۡدِ قَلۡبَہٗ (التغابن ۶۴:۱۱۔ جو شخص اللہ پر ایمان رکھتا ہو، اللہ اس کے دل کو ہدایت بخشتا ہے)۔ جو مصیبت پڑ گئی، ٹل نہ سکتی تھی، جو نہیں پڑی، وہ پڑ نہیں سکتی تھی۔ سارے جن و انس مل کر بھی کوئی نقصان روکنا چاہیں، کوئی نفع پہنچانا چاہیں، تو کچھ نہیں کر سکتے)۔ رُفِعَتِ الۡاَقۡلَامُ وَجَفَّتِ الصُّحُفُ (قلم اٹھا لیے گئے اور کتابیں خشک ہو گئیں)۔ خاص طور پر موت۔ کوئی بھی اللہ کے حکم کے بغیر، اس کی لکھی ہوئی مدت سے ایک لمحہ پہلے یا بعد نہیں مر سکتا۔ موت کا وقت آ جائے، کوئی اسے ٹال نہیں سکتا۔ سبب کوئی بھی ہو۔ جہاں مرنا ہو گا، اور جس طرح مرنا ہو گا، اسی کی طرف کشاں کشاں لے جایا جائے

گا۔ لَبَرَزَ الَّذِیْنَ کُتِبَ عَلَیْھِمُ الْقَتْلُ اِلٰی مَضَاجِعِھِمْ (آل عمران ۳: ۱۵۴۔ جن لوگوں کی موت لکھی ہوئی تھی وہ خود اپنی قتل گاہوں کی طرف نکل آتے)۔ جب ہر چیز پہلے سے لکھی ہوئی ہے' تو کسی بھی چیز کے ہاتھ سے نکل جانے پر یاس و حسرت کا شکار کیوں بنو۔ لِّکَیْلَا تَاْسَوْا عَلٰی مَا فَاتَکُمْ)۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ دعا' مقام ابراہیم کی دعا بھی ہے' اور تسلیم و رضا کے مقام ابراہیمی کے حصول کا بڑا موثر ذریعہ بھی۔ اگر اب تک نہیں مانگتے رہے ہو تو اب باقاعدگی سے مانگنا شروع کر دو۔ بہت مفید پاؤ گے۔

اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُکَ اِیْمَانًا یُّبَاشِرُ قَلْبِیْ وَیَقِیْنًا صَادِقًا حَتّٰی اَعْلَمَ اَنَّہٗ لَنْ یُّصِیْبَنِیْ اِلَّا مَا کَتَبْتَ لِیْ وَرِضًا بِمَا قَسَمْتَ لِیْ۔ (اے اللہ میں تجھ سے ایسا ایمان مانگتا ہوں جو دل میں سرایت کر جائے' اور سچا یقین' یہاں تک کہ میں یہ جان لوں کہ مجھے کوئی تکلیف نہیں پہنچتی' سوائے اس کے جو تو نے میرے لیے لکھ دی' اور راضی ہو جاؤں اس پر جو تو نے میری قسمت میں کر دیا)۔

وہی پڑا جو اس نے لکھ دیا تھا۔ اس سے بڑھ کر' یہ بھی یاد کرنا کہ جو کچھ اس نے لے لیا وہ اسی کا تھا' اس لیے کہ اسی کا دیا ہوا تھا۔ جو کچھ اس نے دیا تھا' وہ عارضی مدت کے لیے ہی دیا تھا: متاعا الی حین۔ اسے بہرحال فنا ہو جانا تھا: کُلُّ مَنْ عَلَیْھَا فَانٍ۔ پھر اس پر حسرت و یاس کا کیا سوال' اور جزع و فزع کس لیے؟ بس یہ پڑھو کہ لِلّٰہِ مَا اَخَذَ وَلِلّٰہِ مَا اَعْطٰی اور اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔

مجھ سے جدائی ہی کے معاملے میں نہیں' دنیا کی کسی بھی چیز' محبوب سے محبوب چیز' سے جدائی' اس کے چھن جانے' اس کے نہ ملنے پر' اپنے دل' سوچ اور زبان کو انھی تعلیمات کے ساتھ باندھے رکھنا۔ تم ان میں طمانیت اور سکینت کا ایک اتھاہ اور

لازوال خزانہ پاؤ گے۔ دنیا کے تمام غم زائل ہو جائیں گے' تمھاری جھولی طمانیت و سکون سے بھر جائے گی۔ اجر بھی بے حد و حساب پاؤ گے۔ اس لیے کہ یہی صبر کی اصل ہے۔ اور اِنَّمَا یُوَفَّی الصّٰبِرُوْنَ اَجْرَھُمْ بِغَیْرِ حِسَابٍ (الزمر ۳۹: ۱۰۔ صبر کرنے والوں کو تو ان کا اجر بے حساب دیا جائے گا)۔

۶۔ میں اپنے بارے میں رضا بالقضا اور حسرت و یاس سے اجتناب کی تم کو اس شدت کے ساتھ تاکید' دو وجوہ سے کر رہا ہوں:

ایک : اس لیے کہ سلسلہ اسباب و علل کے تحت بظاہر قوی امکان اسی بات کا ہے کہ میری موت دل کے عارضے کی وجہ سے واقع ہو۔ اگرچہ مجھے یقین ہے کہ دل کی اتنی طویل بیماری کے باوجود اللہ نے کوئی دوسرا سبب لکھا ہو گا' تو وہی باعث ہو گا۔ ہو سکتا ہے مہلت ملے' ہو سکتا ہے نہ ملے۔ کسی شغل یا مصروفیت کے درمیان' یا اس کے فوراً بعد ایسا ہو۔ ایسی صورت میں سب کی نگاہ فوری سبب پر جاتی ہے۔ یہی کہا جاتا ہے کہ "یہ نہ کر رہے ہوتے' نہ کرتے ہوتے تو......" نگاہ رب الاسباب پر نہیں جاتی۔ یہ نہیں کہا جاتا کہ مَاشَاءَ اللّٰہُ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ۔ میری تم کو یہی نصیحت ہے کہ اپنی نگاہ' طبعی سبب سے مکمل طور پر ہٹا لو' فوری سبب ہو یا طویل بیماری اور میری مشغولیات کا سبب' اور صرف پردۂ غیب کے پیچھے مستور لیکن چشم دل و بصیرت کے سامنے عیاں' فاعل حقیقی کے اوپر جما لو۔ سبب اور بہانہ کوئی بھی بن سکتا تھا' حادثہ بھی ہو سکتا تھا' لیکن جو کچھ ہوا' وہی ہونا تھا' اسی وقت ہونا تھا اور اسی طرح ہونا تھا۔ جو کچھ کیا اللہ نے کیا: مَاشَاءَ اللّٰہُ کَانَ وَمَا لَمْ یَشَاءْ لَمْ یَکُنْ (جو اس نے چاہا ہو گیا اور جو نہیں چاہا نہیں ہوا)۔ میں تو عرصے سے روز صبح وہ دعائیں باقاعدگی سے پڑھتا ہوں' جن میں یہ کلمہ شامل ہے۔ تم بھی پڑھا کرو اور ہر فرض نماز کے بعد' حضورؐ کے اتباع میں'

یہ دعا بھی:

لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ، لَہُ الْمُلْکُ وَلَہُ الْحَمْدُ وَھُوَ عَلٰی کُلِّ شَیْئٍ قَدِیْرٌ۔ اَللّٰھُمَّ لَا مَانِعَ لِمَا اَعْطَیْتَ وَلَا مُعْطِیَ لِمَا مَنَعْتَ (اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں۔ وہ ایک ہے' کوئی اس کا شریک نہیں' بادشاہی اس کے لیے ہے' تعریف اس کے لیے ہے' وہ ہر چیز پر قادر ہے۔ اے اللہ' جو تو عطا کرے' اسے روکنے والا کوئی نہیں' اور جو تو روکے' اسے عطا کرنے والا کوئی نہیں)۔

•

خاص طور پر آج کے اس مادی دور میں --- جب ہر بات کی تعبیر مادی اسباب ہی سے کی جاتی ہے --- اس شرک خفی سے بچنے کا نسخہ یہی ہے کہ دل و نگاہ کا مرکز مَاشَاءَ اللّٰہُ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ کو بنائے رکھو۔ صبر کا بھی سب سے کارگر نسخہ یہی ہے۔ وما صبرک الا باللّٰہ۔

دوسری وجہ: جو زیادہ اہم ہے' وہ یہ ہے کہ اس کا بھی بہت امکان ہے کہ فوری وجہ اللہ کے کسی کام میں مشغولیت ہو: تقریر کرتے ہوئے' کچھ لکھتے ہوئے' کسی اجتماع میں بیٹھے ہوئے' کسی سے ملاقات کرتے ہوئے' معمول کے مطابق یا غیر معمولی طور پر کسی مصروفیت اور مشغولیت کے دوران۔ اگر سبب اللہ کا کام ہو' فوری ہو یا مستقل' تو اس کام کو موردِ الزام گردانا' نہ صرف فاعلِ حقیقی سے نگاہ کو ہٹا لینا ہو گا' بلکہ جو کام اس کو محبوب ہے' اس کی طرف سے دل میں تنگی اور زبان پر الزام وہی' اس کو ناراض کرنے کا سبب بھی بن سکتی ہے۔ اب بھی عموماً جماعت' جماعت کے کاموں اور جماعت کے لوگوں پر الزام رکھ دیا جاتا ہے۔ اب بھی تدابیر میں سرفہرست اسی کام کو کم کرنے کو رکھا جاتا ہے۔ آرام کے معنی اسی کام سے آرام کے ہوتے ہیں' اور دنیا کی دیگر بے شمار ذہنی مصروفیات اور ہجوم و افکار کا کوئی ذکر نہیں ہوتا۔ مجھے یہ اب بھی

ناگوار ہوتا ہے' اور ڈر لگتا ہے کہ اللہ کو بھی ناگوار نہ ہو۔ اس لیے اس موقع پر میں شدت سے یہ تاکید کروں گا کہ تمھاری طرف سے ایسی کوئی بات نہ کہی جائے' نہ سوچی جائے' دوسرے کہیں تو اس کی تردید کی جائے۔ ہاں' دل میں آجائے تو کوئی بات نہیں۔

اگر اللہ کی راہ میں کام کرتے ہوئے' کوئی کام فراق کا فوری سبب بنے تو اس پر تو اللہ کا شکر بجالانا چاہیے۔ میری تو اب دعا یہی ہے کہ اگر شہادت نصیب میں نہ ہو تو کم سے کم موت اس کا کام کرتے ہوئے آئے۔ شاید یہ آن ڈیوٹی (on duty) موت بھی کسی درجہ میں شہادت میں شمار ہو جائے۔ قتل کے ساتھ الگ سے موت کے ذکر کے کچھ معنی تو ہیں: وَلَئِنْ قُتِلْتُمْ فِي سَبِيلِ اللّٰهِ اَوْ مُتُّمْ لَمَغْفِرَةٌ مِّنَ اللّٰهِ وَرَحْمَةٌ خَيْرٌ مِّمَّا يَجْمَعُوْنَ۔ (آل عمران ۳:۱۵۷۔ اگر تم اللہ کی راہ میں مارے جاؤ یا مرجاؤ تو اللہ کی جو رحمت اور بخشش تمھارے حصے میں آئے گی وہ ان ساری چیزوں سے زیادہ بہتر ہے جنھیں یہ لوگ جمع کرتے ہیں)۔

مجھے تو اس بات کا یقین ہے کہ اگر مجھے آج تک تیس سال کی مہلت ملی ہے' اور اتنے ہارٹ اٹیک اور آپریشنوں کے باوجود ملی ہے' اور اتنی سہولت سے ملی ہے کہ دو آپریشن بالکل بلا کسی خرچ کے ہو گئے' اور اس طرح ملی ہے کہ میں ایک نارمل آدمی سے زیادہ ہی بھرپور کام کرتا رہا ہوں' تو اس کا سبب وہی برکت ہے جو اللہ کا کام کرنے سے حاصل ہوئی ہے' برا بھلا جیسا بھی کرتا رہا ہوں۔ بلکہ سوچتا ہوں تو جتنا بھرپور کام اور نتیجہ خیز وقت ان تیس سالوں میں گزرا ہے' وہ اس سے پہلے نہیں ہو سکا۔ بلکہ تحریر کا تو تقریباً سارا کام ۱۹۸۱ کے بعد ہوا ہے' جب لیسٹر (برطانیہ) میں دوسرا ہارٹ اٹیک ہوا اور اینجیو گرافی اور آپریشن کا سلسلہ شروع ہو گیا۔ مجھے امید ہے کہ آیندہ بھی جو مہلت ملے گی وہ اسی لیے کہ میں اس کا کام کرتا رہوں۔ بلکہ مہلت

کم ہو اور وہ کام میں گزرے، یہ مجھے زیادہ محبوب ہے اس کی بہ نسبت کہ مہلت زیادہ ہو اور سارا وقت احتیاط، آرام اور کچھ نہ کرسکنے میں گزر جائے۔

۷۔ صبر سے آگے تسلیم و رضا کا ایک مقام اور ہے، اور وہی اصل رضا بالقضا ہے۔ اس پر بھی اپنی نگاہ جمانے کی کوشش کرو۔ وہ یہ کہ ہر مصیبت میں خیر دیکھو جو اللہ تعالیٰ نے اس میں تمھارے لیے رکھ دیا ہے۔ اس لیے کہ وہ خیر محض ہے: وَبِیَدِہِ الْخَیْرُ، وَلَہُ الْمُلْکُ، وَلَہُ الْحَمْدُ اور ہر تدبیر، تقدیر، قضا اسی کی طرف سے ہے۔ ہو سکتا ہے کہ تمھاری محدود نگاہ اس خیر کو فوراً نہ دیکھ سکے۔ ایک خیر تو یہ ہے کہ تم صبر کرو گے، اللہ کا قرب اور معیت پاؤ گے، دنیا اور آخرت کی اعلیٰ ترین اور بیش بہا نعمتوں اور لذتوں سے لطف اندوز ہو گے۔ مصیبت نہ پڑتی تو یہ سب کچھ کیسے حاصل ہوتا! غور کرو تو نہ اس فانی دنیا کی بڑی سے بڑی نعمت، نعمت حقیقی ہے، نہ یہاں کی بڑی سے بڑی مصیبت حقیقی معنوں میں مصیبت ہے۔ ایک تو ہر ایک کو گزر جانا ہے۔ دوسرے جس نعمت پر اللہ کا شکر نہ ہو، وہ ایک مصیبت ہے، کہ جس دن وَلَتُسْئَلُنَّ یَوْمَئِذٍ عَنِ النَّعِیْمِ کا منظر ہو گا، وہ بلائے جان بن جائے گی۔ اور جس مصیبت پر اللہ کے لیے صبر ہو، وہ ایک نعمت ہے، کہ اس کا بیش بہا اجر ہمیشہ کے لیے ہے۔ اسی لیے حضورؐ نے فرمایا: مومن کا معاملہ بھی کیا خوب ہے! نعمت ملتی ہے تو شکر ادا کرتا ہے اور لازوال اجر پاتا ہے--- مصیبت پڑتی ہے تو صبر کرتا ہے اور لازوال اجر پاتا ہے۔ تم دونوں حالتوں میں یہی اجر لوٹنے کی کوشش کرنا۔ اس کیفیت اور اجر میں سے جو نصیب ہو جائے اس پر خوشیاں منانا، جو ہاتھ سے نکل جائے اس پر غم منانا، نہ کہ دنیا کی فانی نعمتوں کے نہ ملنے یا مصیبتوں کے پڑنے سے۔

ہر مصیبت میں تمھارے لیے تزکیہ و تربیت کا سامان بھی ہے اور اگر تم اسے اللہ

کی طرف سے دیکھنے لگو جو کَانَ بِالْمُؤْمِنِیْنَ رَحِیْمًا ہے' تو ہر مصیبت اس کی عطا ہے' لقائے دوست کا سامان ہے' اس سے ملاقات اور قرب کا ذریعہ' اور اس لیے جائے شکر بھی۔

۸۔ رضا بالقضا مجبوری کا معاملہ نہیں کہ جو ہونا تھا' وہ ہو گیا۔ بلکہ اس پر رضامندی اور پسندیدگی کا معاملہ ہے' اور اس کے بدلے میں اجر کی توقع اور اس کی لذت کی خوشی کا معاملہ ہے۔ غم تو تعلق ٹوٹنے کا ہے' باہمی محبت کی لذت' قربت کی لذت' ساتھ بیٹھنے کی لذت' بات چیت کی لذت' ختم ہو جانے کا غم ہے۔ لیکن اس سے کوئی مفر نہیں کہ یہ ختم ہو جاتی' آج نہ ہوتی تو کل ہوتی۔ لیکن انھی لذتوں کا پکا وعدہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے صبر اور تقویٰ کرنے والوں سے۔ ایسی لذت جس کا تصور بھی تم نہیں کر سکتے: فَلَا تَعْلَمُ نَفْسٌ مَّآ اُخْفِیَ لَھُمْ مِّنْ قُرَّۃِ اَعْیُنٍ (السجدہ ۳۲:۱۷۔ پھر جیسا کچھ آنکھوں کی ٹھنڈک کا سامان ان کے اعمال کی جزا میں ان کے لیے چھپا رکھا ہے اس کی کسی متنفس کو خبر نہیں)۔ اور ہمیشہ باقی رہنے والی۔ نَعِیْمٌ مُّقِیْمٌ۔ ھُمْ فِیْھَا خَالِدُوْنَ۔ خَالِدِیْنَ فِیْھَآ اَبَدًا۔

دیکھو' آج جو چیز ختم ہو گئی' اسی کا وعدہ ہے کہ کل ملے گی۔ عَلٰی سُرُرٍ مُّتَقٰبِلِیْنَ میں باہم مل بیٹھنے کی لذت۔ فِیْ شُغُلٍ فٰکِھُوْنَ میں دلچسپ و لذیذ مشغولیتوں کی لذت۔ خاص طور پر بیویوں اور اولاد کے ساتھ: ھُمْ وَاَزْوَاجُھُمْ فِیْ ظِلٰلٍ عَلَی الْاَرَآئِکِ مُتَّکِئُوْنَ (یٰسین ۳۶:۵۶۔ وہ اور ان کی بیویاں گھنے سایوں میں' مسندوں پر تکیے لگائے ہوئے)۔ اس لذت کے مقابلے میں وہ عارضی لذت کیا مقام رکھتی ہے' جو آج ہم اور تم سے لے لی گئی ہے۔ ایمان اور عمل صالح کے لیے کوشاں رہو' تو بس اللہ کا قطعی وعدہ ہے۔ حساب آسان ہو گا' پھر ملیں گے' ہمیشہ ساتھ رہیں

گے۔ وَالَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا وَاتَّبَعَتۡهُمۡ ذُرِّیَّتُهُمۡ بِاِیۡمَانٍ اَلۡحَقۡنَا بِهِمۡ ذُرِّیَّتَهُمۡ (الطور ۵۲: ۲۱)۔ جو لوگ ایمان لائے ہیں اور ان کی اولاد بھی کسی درجہ ایمان میں ان کے نقش قدم پر چلی ہے ان کی اس اولاد کو بھی ہم (جنت میں) ان کے ساتھ ملا دیں گے)' کا وعدہ۔ وَیَنۡقَلِبُ اِلٰۤی اَهۡلِهٖ مَسۡرُوۡرًا اپنے اہل وعیال کی طرف شاداں و فرحاں' کامیاب و بامراد واپسی کی لذت کا وعدہ۔ جَنّٰتُ عَدۡنٍ یَّدۡخُلُوۡنَهَا وَمَنۡ صَلَحَ مِنۡ اٰبَآئِهِمۡ وَاَزۡوَاجِهِمۡ وَذُرِّیّٰتِهِمۡ (الرعد ۱۳: ۲۳)۔ یعنی ایسے باغ جو ان کی ابدی قیام گاہ ہوں گے' وہ خود بھی ان میں داخل ہوں گے اور ان کے آباو اجداد اور ان کی بیویوں اور ان کی اولاد میں سے جو صالح ہیں وہ بھی ان کے ساتھ وہاں جائیں گے)' کا وعدہ۔

۹۔ میں نے معروف معنوں اور انداز میں تمھیں صبر کی تلقین نہیں کی ہے' نہ کرنا چاہتا ہوں۔ لیکن اب تک جن باتوں کی وصیت کی ہے' ان کے ذریعے صبر کی عظیم شاہراہ کو تمھارے لیے آسان اور وسیع کر دیا ہے' اس کے دروازوں کی کنجیاں تمھارے ہاتھوں میں تھما دی ہیں۔ مجھے امید ہے کہ تم ان کنجیوں سے صبر کے' اور اس طرح جنت کے' دروازے خود اپنے لیے کھول لو گے' اور سہولت کے ساتھ اس راہ پر چلو گے۔ اس موقع ہی پر نہیں' ساری زندگی میں سکون و طمانیت اور کامیابی و سرفرازی کا راز صبر ہی میں پوشیدہ ہے۔ وَتَمَّتۡ كَلِمَتُ رَبِّكَ الۡحُسۡنٰی عَلٰی بَنِیۡۤ اِسۡرَآءِیۡلَ ۙ۬ بِمَا صَبَرُوۡا (الاعراف ۷: ۱۳۷)۔ اس طرح بنی اسرائیل کے حق میں تیرے رب کا وعدۂ خیر پورا ہوا' کیونکہ انھوں نے صبر سے کام لیا تھا)۔

جہاں تک موت کے سلسلے میں میری کیفیت کا تعلق ہے' وہ میں بتا دوں۔ آج کا حال یہی ہے' کل کیا ہو گا' یہ اللہ بہتر جانتا ہے۔ اس کی پسندیدہ کیفیت ہو تو وہ اسے

باقی رکھے اور بڑھائے' ناپسندیدہ ہو تو اصلاح کر دے۔

اول: موت کا ڈر ایک فطری کیفیت ہے۔ میں اس سے کبھی خالی نہ رہا' آج بھی نہیں ہوں' شاید مرتے وقت بھی نہ ہوں گا۔ موت کی تکلیف کا ڈر' موت کے بعد کے مراحل کی تکلیف کا ڈر۔ طبعی خوف و ڈر سے کسی کو بھی مفر نہیں۔ پیغمبروں کو بھی نہیں۔ حضرت موسیٰؑ مصر سے نکلے تو خَآئِفًا یَّتَرَقَّبُ' خوف زدہ' ڈرتے اور سہمتے۔ عصا سانپ بن گیا' تو ڈر کے مارے الٹے پاؤں پھرے۔ نزع کی تکلیف تو اسی دنیا کی تکلیف ہے۔ حضرت عائشہؓ کی روایات حضورؐ کے بارے میں' **انسانیت موت کے دروازے پر!** میں جو پڑھا ہے' دل سوچ کر ڈرتا ہی ہے۔

دوم: اس بات کا بھی اعتراف ہے کہ باقاعدگی سے' اَلشَّوْقُ اِلٰی لِقَآئِکَ کی دعا کرنے اور اَلنَّظْرُ اِلٰی وَجْھِکَ الْکَرِیْم کی لذت طلب کرنے کے باوجود' اس کی کیفیت سے آشنائی نہیں ہوئی۔ موت کا سوچ کر ہی' جو لِقَاءَ اللّٰہ کا دروازہ ہے' خوف شوق پر غالب آ جاتا ہے' اور اس کے کریم چہرے پر نظر کی لذت کی آرزو بھی اس پر حاوی نہیں ہونے پاتی۔ یا شاید یہ پتا ہی نہیں کہ طبعی خوف کے ساتھ عقلی شوق و لذت کی کیفیت کس طرح جمع ہو سکتی ہے۔ کچھ سہارا ملتا ہے تو حضرت عائشہؓ کی اس روایت سے' جس میں بیان کیا گیا ہے کہ جب حضورؐ نے فرمایا: جو اللہ سے ملاقات سے محبت کرتا ہے تو وہ بھی اس سے ملاقات کو محبوب رکھتا ہے' اور جو اللہ سے ملاقات کو ناپسند کرتا ہے' اللہ بھی اس سے ملنے کو ناپسند کرتا ہے۔ حضرت عائشہؓ نے فوراً موت کے لیے اپنی طبعی کراہیت کا سوال کھڑا کر دیا: ہم میں سے ہر شخص موت کو ناپسند کرتا ہے۔ حضورؐ نے فرمایا: میرا مطلب یہ نہیں' بلکہ جب مومن کو اللہ کی نعمت' رضا اور جنت کی بشارت دی جاتی ہے تو اللہ سے ملاقات اس کو محبوب ہو جاتی ہے (او کما قال)۔ لیکن میں جب اپنے اعمال کو دیکھتا ہوں تو بشارت کی امید کم ہی ہوتی ہے'

محبت اور شوق پر خوف ہی غالب آجاتا ہے۔ پھر بھی حضرت موسیٰؑ کی طرح یہی دل کی صدا ہوتی ہے: رَبِّ اِنِّیْ لِمَآ اَنْزَلْتَ اِلَیَّ مِنْ خَیْرٍ فَقِیْرٌ (القصص ۲۸:۲۴۔ پروردگار، جو خیر بھی تو مجھ پر نازل کرے میں اس کا محتاج ہوں)۔ شاید شوق میں مانع موت کا ڈر اتنا نہیں، جتنا اپنے اعمالِ بد کا ڈر ہے۔

سوم: دنیا کی حد تک آج تو کم و بیش کیفیت یہ محسوس ہوتی ہے کہ کسی بھی چیز کے چھوٹ جانے کا غم اس طرح نہ لگے گا کہ ستائے گا، وَاللّٰہُ اَعْلَمُ بِالصَّوَاب۔ دنیا میں بھی اب کسی مادی نقصان کا کوئی روگ جان کو نہیں لگتا۔ کوئی ایسی آرزو اور خواہش نہیں کہ جس کے پورا نہ ہونے پر حسرت اور افسوس ہو۔ بلکہ اب تو یہ سمجھ میں نہیں آتا کہ کوئی رقم ہاتھ آجائے تو اپنا کون سا شوق ہے جو پورا کروں گا، سوائے اس کے کہ دوسروں کے شوق پر خرچ کر دوں، یا اللہ کی راہ میں دے دوں۔ یا کسی کے لیے کچھ اپنے بعد کا انتظام کر دوں۔

ہاں، اگر کچھ تعلق لگتا ہے تو ایک، ان چیزوں سے جو بولی یا لکھی ہوئی موجود ہیں، مگر طباعت کے قابل نہ بنا سکا۔ یا وہ جو دل و دماغ میں ہیں، نہ لکھ سکا، نہ بول سکا۔ یا دوسرے، ان کا خیال ہے جن کی ساری خوشیوں کا انحصار ہی میرے اوپر ہے کہ ان کی گزر کیسے ہوگی۔ بظاہر ان کا جن کا بظاہر میرے بعد کوئی بندوبست نظر نہیں آتا۔ دونوں صورتوں میں اطمینان، اللہ پر بھروسے ہی سے حاصل ہوتا ہے۔ اور نہ معلوم کتنے لوگ، مجھ سے کہیں بہتر، ناتمام خیالات اور مسودات چھوڑ کر رخصت ہو گئے۔ جب اللہ ہی کو منظور نہیں تو مجھے کیا فکر کرنا۔ اب تک جو چھپ گیا اس نے کیا تیر مار لیا اور جو بہترین کتابیں موجود ہیں دوسروں کی، ان سے ہی کیا حاصل ہو رہا ہے۔ اور کیا پتا، جس طرح ۱۹۸۱ کے بعد بہت مدت گزر گئی، اللہ تعالیٰ نے آج کے بعد بھی مہلت

رکھی ہو، اور یہ بیماری اس فرصت کے لیے بہانہ بن جائے، جو بہت سے کاموں کی تکمیل کے لیے درکار ہے۔ جہاں تک انسانوں کا تعلق ہے، اب بھی خبرگیری کرنے والا وہی ہے، اور وہ حی لا یموت ہے۔ وہی کافی ہو گا وَکَفٰی بِاللّٰہِ وَکِیلاً۔

تم سب کے بارے میں میری جو آرزوئیں اور تمنائیں رہی ہیں، وہ عموماً دعا کے قالب میں ڈھل کر بیان ہوتی رہی ہیں۔ تعلیم و تربیت کا کام تو میں بہت کم ہی کر سکا ہوں۔ اس لحاظ سے اپنی کوتاہیوں کا شدید احساس ہے اور امید ہے کہ تم میں سے کوئی بھی ان کوتاہیوں کے لیے قیامت کے دن میرا دامن گیر نہ ہو گا۔ ساتھ ہی اللہ کے اس عظیم الشان احسان کا شکر میرے بس سے باہر ہے کہ اس نے تم سب کو میری آرزوؤں اور میرے اعمال سے کہیں بڑھ کر نیک اور صالح بنایا، اور اپنے دین کے لیے کام کرنے والا بنایا ہے۔ لوگ اس کا کریڈٹ مجھے دیتے ہیں، لیکن میں جانتا ہوں کہ اس میں کسی کی کوشش کو دخل ہے تو تمھاری اپنی کوششوں کو، اور تم بچوں کی حد تک تمھاری امی کو۔ لیکن یہ دین تو خالص اللہ کی ہے، تم پر بھی اس کی نعمت اور میرے اوپر بھی۔

یہ آرزوئیں اور تمنائیں، کچھ کھلی اور کچھ چھپی ہمیشہ ہی رہی ہوں گی اور رہی ہیں، لیکن جب میں ۱۹۷۱ میں ڈھاکہ میں تم سب سے اس طرح جدا ہوا کہ دوبارہ ملنے کی امید کم ہی تھی، جس طرح موت جدا کرتی ہے۔ ۱۶ دسمبر ۷۱ کو اس حال میں گھر سے نکلا کہ ہر طرف گولیاں چل رہی تھیں۔ کیفیت یہ تھی کہ جانور کے پاس بھی اپنا مسکن ہوتا ہے، چند دن تو مجھے نظر نہ آتا تھا کہ کہاں پناہ لوں گا۔ کسی مخلوق سے درخواست پناہ بھی نہ کرنا چاہتا تھا، نہ بحمدللہ کی۔ پھر اللہ نے پناہ بھی دی، عزت کے ساتھ دی، حفاظت بھی فرمائی اور (بھارت میں جنگی قیدیوں کے) کیمپ میں میری موجودگی پر پردہ

ڈالے رکھا۔ وہاں بھی ایک دن سروں پر سے گولیاں گزرتی رہیں، ہم اوندھے زمین پر لیٹے رہے، اور اس نے محفوظ رکھا، اور پھر بخیر و سلامتی تم سب سے لا ملایا، اور پھر باقی ماندہ زندگی، فَاٰوٰكُمْ وَاَيَّدَكُمْ بِنَصْرِهٖ وَرَزَقَكُمْ مِّنَ الطَّيِّبٰتِ (انفال ۸: ۲۶۔ اپنی مدد سے تمھارے ہاتھ مضبوط کیے اور تمھیں اچھا رزق پہنچایا) کی تصویر بن گئی۔

کیمپ کی زندگی میں، تین سو آدمیوں کے پنجرے میں، انجمن کے باوجود خلوت کا مزا تھا، کہ زندگی کی کوئی دوسری مشغولیت اور فکر نہ تھی، اور تم سب کی فکر میں نے اللہ پر چھوڑ دی تھی، جیسے آج چھوڑ رہا ہوں۔ لیکن، کسی سوزش اور حسرت کے بغیر، سب سے بڑھ کر تعلق اور یاد تم ہی سے تھا۔ اس مدت میں جب اللہ نے تقریباً ہر شب ہی دعائے سحر گاہی کی نعمت بخشی، تو تمھارے بارے میں تمام آرزوئیں دعا کے قالب میں ڈھل گئیں۔ اس کے بعد سے آج تک، جب بھی اور جتنی بھی اس دعا کی توفیق دی گئی، اس میں تمھارا حصہ رہا۔ عملاً کچھ نہ کر سکا مگر اس سے مانگتا تو رہا۔ اب آج، جو کچھ مانگتا رہا، اسی کی وصیت اور تاکید تم کو کر رہا ہوں۔ جو کچھ میں تمھیں بنتا دیکھنا چاہتا رہا ہوں، وہی تم بننے کی کوشش میں لگے رہو، یہی میری آخری تمنا ہے اور وصیت ہے۔

میرا دل اس پر شاہد ہے کہ میں نے جو کچھ مانگا تھا اللہ تعالیٰ نے تمھیں وہ بہت کچھ دیا۔ اسی لیے مجھے پوری امید ہے کہ آیندہ بھی وہ میری دعا اور تمھاری کوشش سے بہت کچھ عطا کرے گا، دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی۔ دنیا کو میں پہلے اس لیے رکھتا ہوں کہ دنیا ہی دین اور آخرت کی کلید ہے۔ ربنا اتنا کی دعا میں اللہ تعالیٰ نے بھی اسے مقدم رکھا ہے۔

۱

دنیا کی حد تک میں نے سب سے پہلے جو چیز مانگی ہے، وہ یہ ہے کہ اللہ تمھیں غنائے قلب کی دولت عطا کرے، دل کو دنیا سے بے نیاز رکھے۔ دیکھو، دین و دنیا کی اصل دولت یہی غنائے نفس ہے۔ ساری بھلائیوں کا سرچشمہ یہی ہے۔ ساری برائیوں کی جڑ یہی حب دنیا ہے۔ یہی وہ چیز ہے جس کے بارے میں میرا احساس ہے کہ اللہ تعالٰی نے تم سب کو کسی نہ کسی درجے میں عطا کی ہے۔ گویا میری دعا قبول فرمائی ہے۔ اس سے امید بندھتی ہے اور دوسری دعائیں بھی قبول ہوئی ہوں گی، وہ جو میرے اپنے بارے میں ہیں۔

جتنی یہ دولت تمھیں مل گئی ہے اس کی قدر کرنا، اس کی حفاظت کرنا، اس کو بڑھانے کی کوشش کرنا۔ جہاں کمی ہو، خلا ہو، اسے بھرنا۔ زہد ترک دنیا نہیں، ترک محبوبیت دنیا ہے۔ دنیا کی حلال و طیب نعمتوں سے لطف اٹھاؤ، لیکن کسی کے اسیر نہ بنو، کسی کے ساتھ دل نہ لگاؤ۔ اچھا کھاؤ، اچھا پہنو، اچھی طرح رہو، دولت بھی رکھو، کماؤ بھی، مگر کسی کے ساتھ دل نہ اٹکاؤ۔ ان کا ہونا نہ ہونا یکساں ہو جائے، اسی کی کوشش میں رہو۔ اللہ تعالٰی فراخی عطا کرے تو بلا تامل اس کی عطا سمجھ کر سینہ سے لگاؤ۔ تنگی میں ڈالے تو بھی اس کی عطا سمجھ کر شکر ادا کرو۔ لذیذ کھانا سامنے ہو، سوکھی روٹی ہو، یا فاقہ کی نوبت، ہر ایک کو اس کا عطیہ سمجھو، ہر ایک حالت میں لطف اور مزہ لو۔ جب دل دنیا سے بے نیاز ہو گا، تو دنیا کی خاطر اس اللہ کی نافرمانی کیوں کرو گے جس کے تم ہمہ تن و ہمہ دل و ہمہ دم محتاج ہو۔ پھر اس دنیا کے چھن جانے پر، یا نہ ملنے پر رنج و غم کا کیا سوال! بس دنیا کی خاطر اللہ کی ناراضی مول نہ لینا، نہ کبھی دنیا کی خاطر جان کو غم کا روگ لگانا۔

۲

دنیا کی حد تک دوسری چیز میں نے یہ مانگی ہے کہ اللہ تعالیٰ تمھیں کسی مخلوق کا محتاج نہ بنائے‘ صرف اپنا محتاج بنائے‘ کسی انسان کا دست نگر نہ بنائے‘ صرف اپنا دست نگر بنائے‘ کسی کے آگے ہاتھ پھیلانے کی نوبت نہ آئے‘ صرف اپنا سائل بنائے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے چند اصحابؓ سے خاص بیعت لی تھی کہ کسی سے سوال نہ کرنا۔ سواری پر سے ان کا کوڑا بھی گر جاتا تو وہ خود اتر کر اٹھا لیتے‘ کسی سے درخواست نہ کرتے۔ میں اس پر عمل تو کماحقہ‘ کبھی نہ کر سکا‘ لیکن یہی میرا آئیڈیل رہا ہے۔ تمھارے لیے بھی یہی آئیڈیل ہونا چاہیے۔ حتی الامکان تم اس پر عمل کی کوشش کرو۔ اس کا طریقہ یہ ہے کہ ساری امیدیں صرف اللہ پر رکھو‘ لوگوں کے پاس جو کچھ ہے‘ ان کے ہاتھوں میں جو کچھ ہے‘ اس سے ساری امیدیں قطع کر لو۔ وَاجْمَعِ الْيَاسَ مِمَّا فِيْ اَيْدِي النَّاسِ۔ اَللّٰهُمَّ اقْذِفْ فِي قَلْبِيْ رَجَاءَكَ وَاقْطَعْ عَنِّيْ رَجَاءَ لِمَنْ سِوَاكَ۔ (اور انسانوں کے ہاتھوں میں جو کچھ ہے‘ اس سے پوری طرح مایوس ہو جاؤ۔ اے اللہ‘ میرے دل میں صرف اپنے سے امید ڈال دے‘ اور اپنے علاوہ کسی دوسرے سے امید ختم کر دے) انسانی تعلقات کی بیش تر خرابیاں‘ اور زندگی کی بیش تر ناخوشیاں شکستہ توقعات (broken expectations) کا نتیجہ ہوتی ہیں۔ اس طرح تعلقات بھی فساد سے پاک ہو جائیں گے‘ ناخوشیوں سے بھی نجات ملے گی۔

۳

تیسری چیز میں نے یہ مانگی ہے کہ وہ دنیا میں تمھیں حلال و طیب رزق خوب وسعت سے دے‘ کم سے کم اتنا ضرور دے کہ تم فارغ البالی کے ساتھ اپنی ضروریات

پوری کر سکو، قناعت کے ساتھ خوش رہو اور دنیا سے حظ بھی اٹھا سکو۔

اتنی دنیا، دین کی حفاظت کے لیے ضروری ہے۔ دنیا سے اتنا حصہ لینے سے غفلت اور لاپروائی نہ برتنا۔ یہ عبادت میں داخل ہے، اور دوسری عبادتوں کے حسن کے لیے ضروری۔ اس لیے اس حد تک دنیا کمانے کو عبادت سمجھ کر ہی کام کرنا۔ لیکن یہ بھی یقین رکھنا کہ جتنا ملنا ہے، وہ ضرور ملے گا۔ حرام راستوں پر جانے سے کچھ زیادہ نہ مل جائے گا۔ وَاَجمِلُوْافِی الطَّلَبِ کو بھی سامنے رکھنا۔

۴

دنیا کے اور تلاش معاش کے، ادائیگی حقوق کے، سارے کام بھی ایک امانت ہیں، انھیں پوری امانت داری کے ساتھ کرو۔ دیانت کا دامن کبھی ہاتھ سے نہ چھوڑو۔ پوری ذمہ داری سے اپنے کام پایہ تکمیل تک پہنچاؤ۔ ہر کام کو بہتر سے بہتر طریقے سے کرو، خوب سے خوب تر کے جویا رہو۔ دنیا کے ہر کام میں بھی کامیابی کو ہدف بناؤ اور کامیابی کے بھی اعلیٰ سے اعلیٰ درجے کو۔ دین داری اس بات کا نام نہیں کہ آدمی دنیا سے لاپروائی برتے۔ ہر کام عبادت ہو گا، اگر اسے صرف اللہ کے لیے کرو گے اور معصیت سے پاک رکھو گے۔

۵

اصل آرزو تو یہ ہے، یہی ہے، اور یہ سب کچھ بھی اسی آرزو کی خاطر ہے، کہ اللہ کے بندے بن کر زندگی بسر کرو، مخلص اور حنیف بندے۔ بندگی یہ ہے کہ ایک طرف جو اس کی مرضیات اور اوامر و نواہی ہیں، ان کو بھی برضا و رغبت بجا لاؤ، بلکہ رضاجوئی اور محبت میں دوڑ دوڑ کر وہ کام بھی کرو، جن کو اس نے فرض نہیں کیا، مگر

جن سے وہ خوش ہوتا ہے۔ محبت تو محبوب کے آنکھ کے اشارے کی منتظر رہتی ہے' کچھ کہے بغیر بھی اس کی مرضی پا جاتی ہے' اس کے چہرے پر نگاہ رکھتی ہے۔ اسی کیفیت کا اظہار نماز کے بعد تین دفعہ اس اظہار و اقرار سے ہوتا ہے: رَضِیتُ بِاللّٰہِ رَبًّا وَبِالْاِسْلَامِ دِیْنًا وَبِمُحَمَّدٍ نَّبِیًّا صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ۔

جس نے یہ کیفیت حاصل کرلی' اس نے ایمان کا ذائقہ پالیا' **ذاق طعم الایمان۔**

دوسری طرف جو اس کے تکوینی فیصلے ہوں' ان پر بھی راضی رہو۔ یعنی وہ جس طرح کہے' اس طرح خوشی خوشی کرو' اور جس طرح رکھے اس طرح خوشی خوشی رہو: رَضَا بِمَا قَسَمْتَ لِیْ کی اس کیفیت کا اظہار و اقرار بھی نماز کے بعد کے کلمات سے کرو۔

لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ' لَہُ الْمُلْکُ وَلَہُ الْحَمْدُ وَھُوَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ۔ اَللّٰھُمَّ لَا مَانِعَ لِمَا اَعْطَیْتَ وَلَا مُعْطِیَ لِمَا مَنَعْتَ۔

- ۶

اللہ کے مخلص بندے بنو۔ ایک طرف تو دنیا کا کوئی بھی کام ایسا نہ ہو جو بندگی کا کام نہ ہو۔ یہاں تک کہ کھانا' پینا' سونا' ہنسنا' بولنا بھی۔ حضورؐ یہ سارے کام کرتے تھے' آپؐ عبد کامل تھے' آپؐ کا کوئی کام ایسا نہ تھا جو بندگی کا کام نہ ہو۔ لیکن دوسری طرف جو زیادہ ضروری ہے وہ یہ کہ ہر کام صرف اللہ کے لیے کرو' صرف مرضات اللہ کے لیے اور لوجہ اللہ کرو: **وَمِنَ النَّاسِ مَنْ یَّشْرِیْ نَفْسَہُ ابْتِغَآءَ مَرْضَاتِ اللّٰہِ** (البقرہ ۲: ۲۰۷۔ دوسری طرف انسانوں ہی میں کوئی ایسا بھی ہے جو رضائے الٰہی کی طلب میں اپنی جان کھپا دیتا ہے) اور **اِلَّا ابْتِغَآءَ وَجْہِ رَبِّہِ الْاَعْلٰی** (اللیل ۹۲: ۲۰۔ وہ تو صرف اپنے رب برتر کی رضاجوئی کے لیے کام کرتا ہے)' کے زمرے میں شامل ہو۔ اس کے بغیر

بڑے سے بڑا دینی کام---- نماز' قرآن' شہادت' انفاق---- بھی دنیاوی کام ہے۔ اس کے ساتھ' چھوٹے سے چھوٹا دینی کام' اور دنیا کا ہر کام' میزان میں وزنی ہے۔ یہ اخلاص حاصل کر لو گے تو کم عمل بھی کفایت کرے گا' دل و زندگی میں اللہ کا رنگ پیدا کرے گا۔ دل میں' زندگی میں' باہمی تعلقات میں' دنیا میں سارے فساد اور بگاڑ کی جڑ اخلاص کا فقدان ہے' خاص طور پر دینی کاموں میں۔

اپنی نیت کو اللہ کے لیے خالص کرنا' اور خالص رکھنے کی کوشش میں لگے رہنا ---- یہ مختصر اور آسان نسخہ ہے' خلاصہ ہے' سارے دین کا' اور ساری زندگی کو دین کے مطابق بنانے کا۔ اللہ کو ہر وقت یاد کرنے اور یاد رکھنے کا بھی سب سے موثر نسخہ یہی ہے۔ یہی دائمی اور ہمہ وقتی ذکر ہے۔

۷

ہر کام اللہ کے لیے کرنا آسان ہو گا' جب تم ہر وقت یہ یاد رکھو گے کہ یہ کام اللہ کے سامنے پیش ہو گا' اور اسی صورت میں قبول ہو گا کہ صرف اسی کی رضاجوئی کے لیے ہو۔ اس کے ساتھ اپنی نگاہ جنت اور جہنم پر بھی رکھو' جس اجر و ثواب یا عذاب و عتاب کا وعدہ کیا گیا ہے' اس کی طلب یا اس سے بچنے پر نگاہ رکھو۔ جنت کا لالچ اور نار جہنم کا خوف' یہ دو چیزیں بندگی کی راہ پر تمھارے دو مضبوط بازو ثابت ہوں گے: يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ خَوْفًا وَّطَمَعًا (السجدہ ۳۲:۱۶۔ اپنے رب کو خوف اور طمع کے ساتھ پکارتے ہیں)۔ اسی لیے حضورؐ بشیر و نذیر بنا کر بھیجے گئے تھے کہ لالچ اور خوف سے طبیعتوں کو بندگی کے لیے تیار کر دیں۔

۸

اللہ کی یاد کو مضبوطی کے ساتھ پکڑ لو۔ ہر طرح اس کا اہتمام کرو۔ ہر وقت کرو:

صبح و شام' رات دن کرو۔ ہر حالت میں کرو: کھڑے' بیٹھے' لیٹے کرو۔ اللہ کی یاد سے ہی دل کی طمانیت کا سامان کرو' اَلَا بِذِکْرِ اللّٰہِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوْبُ۔

۹

یاد رکھو کہ وہ ہر وقت تمھارے ساتھ ہے۔ وَھُوَ مَعَکُمْ اَیْنَمَا کُنْتُمْ تم دو ہو' تو تیسرا وہ ہے' جو سب کچھ دیکھ رہا ہے' سن رہا ہے۔ دل کی گہرائیوں میں جو کچھ ہے وہ بھی جانتا ہے۔ کل کیا ہو گا یہ بھی اس کے علم میں ہے' اِنَّ اللّٰہَ بِکُلِّ شَیْءٍ عَلِیْمٌ۔

۱۰

یاد رکھو کہ اس کائنات میں صرف اس کا حکم چلتا ہے' اور کسی کا نہیں۔ ہر چیز اسی کی ملکیت ہے' اس کی تابع ہے۔ وہ ہر چیز پر قدرت رکھتا ہے' کوئی چیز' کوئی کام اس کی قدرت سے باہر نہیں۔ اِنَّ اللّٰہَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْر۔ لِلّٰہِ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۔ لَہٗ مُلْکُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ۔ اِنَّمَآ اَمْرُہٗٓ اِذَآ اَرَادَ شَیْئًا اَنْ یَّقُوْلَ لَہٗ کُنْ فَیَکُوْنُ۔ (یٰسین ۳۶:۸۲۔ وہ تو جب کسی چیز کا ارادہ کرتا ہے تو اس کا کام بس یہ ہے کہ اسے حکم دے کہ ہو جا اور وہ ہو جاتی ہے)۔

۱۱

یاد رکھو کہ ہر نعمت اسی سے ملی ہے۔ حمد اور شکر اسی کے لیے ہے۔ وَمَا بِکُمْ مِّنْ نِّعْمَۃٍ فَمِنَ اللّٰہِ۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ۔ اگر تم نے حمد و شکر کے معنی جان لیے' ہر نعمت کو اس کی دین اور عطا جان لیا' اور ہر نعمت پر اس کا شکر ادا کرنا سیکھ گئے' تو سمجھ لو تم نے ایمان کی حقیقت پا لی۔ یہ حمد و شکر میزان کو بھر دیں گے۔ دنیا کی ذرہ

برابر نعمت ملے، ایک لقمہ یا ایک گھونٹ۔ ذرا سے، ضرر اور نقصان سے بچ جاؤ، ذرہ برابر نیکی کی توفیق ملے، الحمدللہ کہنے ہی کی توفیق ملے ---- تو ان میں سے ہر چیز پر شکر واجب ہے، ہر چیز پر شکر کرو۔ تمھاری صبح حمد کے ترانہ سے شروع ہو، دن بھر یہی نغمہ زندگی کے تاروں سے نکلتا رہے، رات بھی حمد پر ختم ہو۔ تم اندازہ نہیں کر سکتے زندگی کتنے اطمینان و سکون اور کتنی خوشی و مسرت سے بھر جائے گی، اور اللہ کی نظروں میں یہ زندگی کتنی محبوب ٹھہرے گی، اِنْ تَشْكُرُوا يَرْضَهُ لَكُمْ (الزمر ۳۹:۷۔ اگر تم شکر کرو تو اسے وہ تمھارے لیے پسند کرتا ہے)۔ مَا يَفْعَلُ اللّٰهُ بِعَذَابِكُمْ اِنْ شَكَرْتُمْ وَاٰمَنْتُمْ (النساء ۴:۱۴۷۔ آخر اللہ کو کیا پڑی ہے کہ تمھیں خواہ مخواہ سزا دے۔ اگر تم شکر گزار بندے بنے رہو اور ایمان کی روش پر چلو)۔ شکر و حمد کرو یہاں تک کہ اللہ راضی ہو جائے۔ وہ راضی ہو جائے، تو یہ ایسی لازوال نعمت ہے کہ جتنا شکر کرو، کم ہے۔ لَكَ الْحَمْدُ حَتّٰى تَرْضٰى، وَلَكَ الْحَمْدُ اِذَا رَضِيْتَ۔

۱۲

اور یاد رکھو کہ اس سے ملاقات ہونی ہے۔ کسی وقت بھی بلاوا آ سکتا ہے۔ بس ساری زندگی اسی ملاقات کے لیے تیاری کا نام ہے: وَلْتَنْظُرْ نَفْسٌ مَّا قَدَّمَتْ لِغَدٍ۔ وَاِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ۔ وَاِلَيْهِ تُحْشَرُوْنَ۔ وَاِلَيْهِ الْمَصِيْرُ، جتنا اس ملاقات کے دن کو یاد رکھو گے، اتنا اس ملاقات کی تیاری کے لیے قوت پیدا ہوگی، جتنا اس کی تیاری کرو گے، اتنی ہمیشہ کی ابدی کامیابی تمھارا مقدر بنے گی۔

۱۳

اللہ کو یاد کرنے کے غیر معین طریقے ان گنت ہیں۔ دل میں اللہ اللہ کرنا، ی ی

صفات کا تصور کرنا' یہ یاد کرنا کہ وہ مجھے دیکھ رہا ہے۔ جس جس طرح اور جتنا ممکن ہو' دھیان اس کی طرف رکھنا' اور اسے دھیان میں رکھنا۔

۱۴

اللہ کی یاد کے لیے وہ معین کلمات' اذکار' دعائیں جن کی تعلیم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے دی ہے' جتنا زیادہ یاد کر سکو--- عربی میں نہ ہو تو اردو کے معانی ہی--- اتنا یاد رکھنا اور ان کے پڑھنے کا اہتمام کرنا۔ خاص طور پر دعا مانگنے کا ذوق' شوق اور سلیقہ جتنا سیکھ سکو۔ خصوصاً آخر شب میں۔ جب اور جتنی اللہ تعالیٰ توفیق دے۔ چند لمحات کے لیے بھی ہو' تو اس کے سامنے رونا اور گڑگڑانا' ہاتھ پھیلا دینا' آہ و زاری کرنا۔ ان اذکار کا ایک معین نصاب بھی بنا لینا۔ میرا نصاب تو تمھیں معلوم ہی ہے۔ "قرب الٰہی"[۱] میں دیا ہوا ہے۔

۱۵

قرآن تو ہے ہی ذکر' اور نور' اور رحمت' اور ہدایت' اور شِفَآءٌ لِّمَا فِي الصُّدُوْرِ۔ جتنا شوق اور شغف قرآن سے پیدا کر سکتے ہو' ضرور کرو۔ جتنا وقت قرآن کی صحبت میں گزار سکو' ضرور گزارنا۔ مصحف نہ کھول سکو' تو اس کا کچھ حصہ دل کے مصحف سے پڑھنے کو معمول بنانا۔ اس میں قرآن بھی ہے' حمد و تسبیح و تکبیر بھی' تہلیل و تفویض بھی' دعا بھی' اسمائے حسنیٰ کا ورد بھی' ملاقات کی یاد بھی' ذکر قلبی و لسانی بھی' ذکر بالجوارح بھی۔

۱۔ قرب الٰہی کے آسان عملی طریقے' منشورات' لاہور

۱۶

تمام اذکار کا جامع نصاب نماز ہے۔ نماز سے ہرگز غفلت نہ کرنا۔ اور ہر نماز' اپنی حد تک' خشوع اور ذکر الٰہی سے لبریز ادا کرنے کی کوشش کرنا۔ نماز کا مقصد ہی یہ ہے' اَقِمِ الصَّلٰوۃَ لِذِکۡرِی۔ خشوع کی کوشش کرنا کچھ مشکل نہیں۔ کسی چیز پر توجہ رکھو۔ اپنے اوپر کہ مجھے اللہ دیکھ رہا ہے۔ اللہ پر' اس کی صفات پر' خانہ کعبہ پر' زبان سے نکلنے والے الفاظ پر' اس پر کہ یہ میری آخری نماز ہے۔

۱۷

جماعت کے التزام کا بھی پورا اہتمام کرنا۔ نماز باجماعت' بغیر جماعت کی نماز سے ۲۷ درجے افضل ہے۔ اور عشا کی نماز جماعت سے پڑھنے والا ایسا ہے جیسے اس نے آدھی رات قیام کیا' اور فجر کی پڑھنے والا ایسا ہے جیسے اس نے آدھی رات قیام کیا۔ بہت سے شارحین کے نزدیک قَلِیۡلًا مِّنَ الَّیۡلِ مَا یَهۡجَعُوۡنَ کا اطلاق ان لوگوں پر ہوتا ہے جو عشا کی نماز جماعت سے پڑھ کر سوئیں۔ اللہ نے تو ہم جیسے خطاکاروں کے لیے قیام لیل کے ثواب کا راستہ اتنا آسان کر دیا ہے! پھر کتنی بدنصیبی ہو گی اگر تم اس کے بعد بھی اس ثواب سے محروم رہو۔

۱۸

صبر اور صلوٰۃ کے ذریعے اللہ سے مدد مانگتے رہو۔ اس نے چاہا تو ہر کام آسان ہو جائے گا' ہر کام میں کامیاب و بامراد رہو گے۔ صبر کے بارے میں وصیت پہلے کر چکا ہوں۔ اس کے حصول کا نسخہ بھی اللہ کی یاد اور نماز ہے۔ جہاں بھی اللہ تعالیٰ نے صبر کی تاکید ہے' معاً ہی' ذکر' تسبیح' حمد اور نماز کی تاکید بھی کی ہے۔ ان دونوں کو جمع کر

کے رکھو گے' دل' طبیعت' کام' زندگی سب سے جمعیت خاطر نصیب ہو گی۔

۱۹

اللہ کی بندگی' اللہ کے بندوں کے ساتھ تعلقات میں' یہ اللہ کو سب سے بڑھ کر محبوب و مطلوب ہے۔ ان تعلقات میں' اپنے اخلاق و معاملات میں اللہ کی مرضی کے مطابق رہنا اور کرنا--- سب سے بڑھ کر اس پر نگاہ رکھنا' اور اس کے حصول کی کوشش ہے۔ اس کے لیے ضروری ہے کہ جو کچھ اللہ نے دیا ہے' وہ اس کی خاطر' اس کی محبت کی خاطر' اس کے بندوں پر خرچ کرو۔ مال بھی اور وقت بھی' توجہ بھی اور جذبات و احساسات بھی' تنگ دلی بھی اور غصہ بھی' اپنی آن بان کو بھی اور اپنی انا کو بھی' وَمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ۔ دیکھو اس کا نماز سے اتنا گہرا تعلق ہے کہ جہاں اس نے اقامت صلوٰۃ کی وصیت کی ہے وہاں انفاق اور ایتائے زکوٰۃ کی بھی کی ہے' جہاں قیام لیل اور آہ سحرگاہی کی تاکید کی ہے وہاں مال و رزق لٹانے کی بھی' جہاں عفو و درگزر کی مدح کی ہے وہاں تنگی و فراخی میں دینے کی بھی۔ ایمان کے ساتھ اعطا اور اطعام مساکین کو جوڑ دیا ہے: فَاَمَّا مَنْ اَعْطٰى وَاتَّقٰى وَصَدَّقَ بِالْحُسْنٰى۔ (اللیل ۹۲:۵-۶۔ تو جس نے (راہ خدا میں) مال دیا اور (خدا کی نافرمانی سے) پرہیز کیا' اور بھلائی کو سچ مانا) ۔ وَالْمُنْفِقِيْنَ وَالْمُسْتَغْفِرِيْنَ بِالْاَسْحَارِ (آل عمران ۳:۱۷۔ اور فیاض ہیں اور رات کی آخری گھڑیوں میں اللہ سے مغفرت کی دعائیں مانگا کرتے ہیں)۔ يُنْفِقُوْنَ فِى السَّرَّآءِ وَالضَّرَّآءِ وَالْكٰظِمِيْنَ الْغَيْظَ وَالْعَافِيْنَ عَنِ النَّاسِ۔ (آل عمران ۳:۱۳۴۔ جو ہر حال میں اپنے مال خرچ کرتے ہیں خواہ بدحال ہوں یا خوش حال' جو غصے کو پی جاتے ہیں اور دوسروں کے قصور معاف کر دیتے ہیں)۔ تَتَجَافٰى جُنُوْبُهُمْ عَنِ الْمَضَاجِعِ يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ خَوْفًا وَّطَمَعًا وَّمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ (السجدہ ۳۲:۱۶۔ ان کی پیٹھیں

بستروں سے الگ رہتی ہیں' اپنے رب کو خوف اور طمع کے ساتھ پکارتے ہیں اور جو کچھ رزق ہم نے انھیں دیا ہے اس میں سے خرچ کرتے ہیں۔ كَانُوْا قَلِيْلًا مِّنَ الَّيْلِ مَا يَهْجَعُوْنَ ۔ وَبِالْاَسْحَارِ هُمْ يَسْتَغْفِرُوْنَ وَفِيْٓ اَمْوَالِهِمْ حَقٌّ لِّلسَّآئِلِ وَالْمَحْرُوْمِ (الذاریات : _)۔ راتوں کو کم ہی سوتے تھے۔ پھر وہی رات کے پچھلے پہروں میں معافی مانگتے تھے' اور ان کے مالوں میں حق تھا سائل اور محروم کے لیے)۔

بس ان آیات کو اپنے دل پر نقش کرلینا' نگاہوں کے سامنے رکھنا' اور انھی کے مطابق اپنا عمل' اپنا لین دین' اپنا برتاؤ اور اپنا کردار بنانا۔ یہ تمھارے لیے کفایت کریں گی۔ لیکن اس تعلیم کے بعض اہم مضمرات اپنے سامنے خاص طور پر رکھنا۔

۲۰

کسی مخلوق کو' خاص طور پر کسی انسان کو' اس سے زیادہ کسی مسلمان کو' اپنے کسی قول یا عمل سے ایذا نہ پہنچانا۔ جس طرح اللہ کے لیے ہر کام کرنا' سارے دین کا خلاصہ ہے' اسی طرح ایذا نہ پہنچانا' سارے احکام الٰہی کا ماحاصل ہے۔ تم جس حکم شرعی پر غور کرو' اس میں یہ اصول کسی نہ کسی صورت میں پایا جاتا ہے۔ حدود ہوں' نکاح و طلاق کے احکام ہوں' لین دین کے ہوں' معاشرت کے ہوں۔ اتنی چھوٹی چھوٹی چیزوں تک میں یہی ہدایت دی گئی ہے کہ کسی مسلمان کی کوئی چیز مذاق میں بھی نہ چھپاؤ' اس کی طرف کسی ہتھیار سے اشارا بھی نہ کرو' وہ اٹھ کر جائے تو اس کی جگہ نہ بیٹھو' اس کے سر کو پھلانگتے ہوئے آگے نہ جاؤ' گھر میں نہ جھانکو' تجسّس نہ کرو' اس کا خط بغیر اجازت نہ پڑھو' نہ شائع کرو۔ رات کو اٹھو تو اس طرح کہ کسی کی نیند میں خلل نہ پڑے ---- غرض میں کہاں تک گنواؤں۔ بس اس کو ایک ترازو اور چراغ بنالو کہ کسی کو اپنے کسی قول یا عمل سے ایذا نہیں پہنچانا۔ دوسروں کے ساتھ جو معاملہ پیش آئے' اسی کی روشنی میں اپنا عمل رکھو' اسی کی میزان میں تولو۔ خصوصاً جو بات تم

کہتے ہو، جو لفظ تم بولتے ہو، ان میں تو بہت بے احتیاطی ہوتی ہے۔ ایسی ہر بات کہنے سے بھی اجتناب کرو اور ایسے عمل سے بھی۔۔ الا یہ کہ شریعت کے ہی کسی اہم اصول پر عمل کرتے ہوئے کسی کو ایذا پہنچ جائے اور اس سے مفر کی کوئی صورت نہ ہو۔ پھر بھی استغفار ضرور کرنا۔

۲۱

اس کا دائرہ مسلمان تک محدود نہیں، مسلمان بھائی کے لیے صرف خصوصی تاکید ہے۔ اَلْخَلْقُ عَیَالُ اللّٰہ، ساری مخلوق اللہ کا خاندان ہے، اور جو ان کے حق میں جتنا اچھا ہو، اتنا ہی اللہ کو زیادہ محبوب ہے۔ یہاں تک کہ اس مخلوق میں جانور بھی شامل ہیں۔ اونٹ کو بھوکا رکھنا، اس پر برداشت سے زیادہ بوجھ ڈالنا، اس کو آرام نہ دینا، ایک جانور کے سامنے دوسرے جانور کو ذبح کرنا، کند چھری سے کرنا، چڑیا سے اس کے بچے چھین لینا، چیونٹیوں کو آگ میں جلانا۔۔۔۔ ان سب چیزوں سے منع کیا گیا ہے۔ جب جانوروں کا یہ معاملہ ہے تو گناہ گار مسلمان ہوں یا غیرِ مسلم، ان کے کیا حقوق ہیں، تم خود سوچ سکتے ہو۔

۲۲

ایذا سے کسی کی جان، مال یا عزت کو نقصان پہنچتا ہو تو پھر یہ بالکل حرام ہے۔ اسی طرح حرام ہے جس طرح سور، شراب یا سود حرام ہے۔ روزہ میں کھانے پینے سے رک جانے کا حکم ہے، تو مال کو باطل طریقے سے کھانا ہر حالت میں حرام کیا گیا ہے۔ کھانے پینے کی چار چیزوں کی حرمت بیان ہوئی ہے تو معاً احکام الٰہی کے کتمان (اور خلاف ورزی، کتمان کی زیادہ بری شکل ہے) کو پیٹ میں آگ بھرنے کے مترادف قرار دیا گیا ہے۔ حرام اشیائے طعام کے کھانے کے لیے تو اضطرار کی گنجائش ہے، کتمان میں کوئی اضطرار نہیں۔ ناجائز مال کھانے میں، غیبت میں، تہمت میں،

سب و شتم میں، اضطرار کے عذر کی کوئی گنجائش نہیں۔ اس کی سزا صرف آگ ہی نہیں، بلکہ اس سے شدید یہ ہے کہ اللہ ان سے نہ بات کرے گا، نہ ان کا تزکیہ کرے گا۔

یہ حقوق کا معاملہ ہے۔ اس سے معافی نہیں، الا یہ کہ جس کی حق تلفی ہوئی، وہی معاف کرے یا اللہ اس سے معافی دلوانے کی سبیل پیدا کرے۔ بس اپنے آپ کو بچاؤ، اپنے آپ کو بچاؤ اور کچھ ہو جائے تو یہیں معاف کرالو۔ ورنہ قیامت کے دن مفلس اور کنگال رہ جاؤ گے۔

۲۴

سب سے بڑھ کر اپنی زبان کی حفاظت کرو۔ بس زبان کے ذریعے سر کے بل جہنم میں گرنے سے بچنے کی تو میں نے ایک ہی راہ پائی ہے۔ وہ یہ کہ دوسروں کے بارے میں اپنی زبان بند رکھو، الا یہ کہ کوئی بھلی بات کہہ رہے ہو۔ ان کی پیٹھ پیچھے برائی نہ کرو، سامنے کوئی الزام نہ رکھو جو ثابت نہ کر سکو، برا بھلا نہ کہو۔ کہیں برائی ہو رہی ہو، اور فوراً اٹھنے یا روکنے پر قادر نہ ہو، تو فوراً استغفار شروع کر دو۔ اپنے جواز کے لیے کوئی تاویل نہ کرو۔ دوسروں میں میاں بیوی بھی شامل ہیں، والدین اور اولاد بھی، ساس سسر اور بہو داماد بھی، بھائی بہن بھی، نوکر ملازم بھی، پڑوسی بھی، گھر کے پڑوسی بھی اور چند لمحات کے لیے صَاحِبِ بِالْجُنُبِ پڑوسی بھی، سفر میں ہمراہ مسافر بھی۔ اس سے رشتہ ہونے کی وجہ سے گناہ کا جواز نہیں پیدا ہوتا، وہ اور سخت ہو جاتا ہے۔ بس ہر انسان کے بارے میں اپنی زبان بند رکھو، الا یہ کہ بھلی بات کہو۔ میری سمجھ میں اس کے علاوہ نجات کی کوئی صورت نہیں۔

۲۴

حق تلفی سے آگے بڑھ کر حقوق کی ادائیگی کی فکر کرو۔ ایذا سے بچانے سے بڑھ کر، جو حسن سلوک کر سکو، جو خدمت کر سکو، جو حاجت روائی کر سکو، وہ کرو۔ چھوٹی چھوٹی نیکیوں کا جو اجر ہے، تمھیں اس کا اندازہ نہیں۔ کسی کو سواری (کار، بس، ہوائی جہاز) پر سوار ہونے میں مدد دینا، راستے سے تکلیف دہ چیز ہٹا دینا، کسی کے ڈول میں پانی ڈال دینا، کسی کو استعمال کی چیز عاریتاً دے دینا، کسی کو دیکھ کر مسکرا دینا، اس کو اکرام سے بٹھا دینا، مسلمان کی حاجت روائی کے لیے نکلنا، مسجد نبویؐ میں اعتکاف سے زیادہ افضل ہے۔ جب تک تم اللہ کے کسی بندے کی حاجت روائی یا اس کی مدد کرنے میں لگے رہو گے، اللہ تمھاری حاجت روائی اور امداد میں لگا رہے گا۔ تم دنیا میں کسی کی تکلیف دور کرو گے، اللہ قیامت کے دن تمھاری تکلیف دور کرے گا۔ تم کسی کی ستر پوشی کرو گے، اللہ قیامت کے دن تمھاری ستر پوشی کرے گا۔ بھوکے کو کھانا کھلاؤ گے، بیمار کی خبر گیری کرو گے، اس کے پاس اللہ کو پاؤ گے۔

۲۵

جو برائیاں عام ہیں، ان سے بچنے کی میں تمھیں خاص طور پر تاکید کرتا ہوں۔ کسی کی عیب جوئی نہ کرنا، اپنے عیوب پر نگاہ رکھنا۔ تجسّس حرام ہے، اس حرام میں کبھی نہ پڑنا۔ کسی کے عیوب و گناہ علم میں آجائیں تو ان پر پردہ ڈال دینا۔ پیٹھ پیچھے بیان کرنے کا کیا سوال، سامنے بیان کر کے بھی کسی کو عار نہ دلانا، شرمندہ نہ کرنا۔ تمھیں اس سے کچھ حاصل نہ ہو گا، دوسرے کا دل دکھے گا۔ کسی پر ثبوت کے بغیر کوئی الزام نہ لگانا۔ تہمت اور بہتان بھی حرام ہیں۔ تہمت و بہتان اور غیبت کو ایک ساتھ بھی جمع نہ کرنا۔

۲۶

ان احکام کے مطابق کردار بنانے کے لیے تمھیں اپنے دل کو چند برائیوں سے پاک کرنا ہو گا' جو امہات الخبائث ہیں۔ پہلی چیز کبر ہے' اپنے کو "کچھ" سمجھنا ہے' دوسروں کو حقیر سمجھنا ہے۔ تواضع اختیار کرو۔ جب تک قیامت کے دن اللہ تعالیٰ تمھیں بری نہ کر دے' قبول نہ کرلے' اس وقت تک تم اپنے بارے میں کچھ بھی نہیں کہہ سکتے۔ اگر اس نے تمھیں رد کر دیا' تو تم سے زیادہ ذلیل و رسوا کون ہو گا۔ اس لیے آج دنیا کے قیدخانے میں خود کو دوسرے مجرموں سے برتر خیال کرنے سے بڑی حماقت کیا ہو سکتی ہے' جب تک مالک یوم الدین کا فیصلہ صادر نہ ہو جائے۔ ہر مسلمان کو' اپنے سے بہتر سمجھو۔ دوسروں کی خوبیوں پر نظر رکھو' عیوب پر نہیں۔ بھلائیوں کا تذکرہ کرو' برائیوں کا نہیں۔ کشف عیوب اور تحقیر نفس اپنی بھی نہ کرو' لیکن اللہ کے سامنے ایک ذلیل و رسوا غلام کی طرح رہو' اٹھو بیٹھو' چلو پھرو اور کلام کرو۔ گدھے کی طرح آواز بلند نہ کرو۔ اکڑفوں نہ دکھاؤ۔ اس جسم پر کیا اکڑفوں جسے پیپ اور کیڑوں کی غذا بن جانا ہے۔

۲۷

تنگ دلی' شح نفس سے اپنے دل کو پاک کرو۔ جتنی تواضع اختیار کرو گے' جتنا یہ یقین کرو گے کہ ہر چیز اللہ کی ملک ہے' آج دے دی تو کل اَعْظَمَ اَجْرًا کے ساتھ مل جائے گی' آج روک لی تو کل آفت جان بن جائے گی' اتنا ہی دل کو وسیع کرنا آسان ہو گا۔ جتنا دل میں اللہ کی کبریائی سمائے گی' دل فراخ سے فراخ تر ہوتا جائے گا' جتنی اس میں اپنی بڑائی' اپنی حیثیت' اپنی آن' اپنی عزت و ذلت' اپنے حقوق کی عدم ادائیگی کا

احساس سمائے گا' اتنا ہی تمھارا دل بھینچتا اور سکڑتا چلا جائے گا۔ آج مال دے دو' معاف کر دو' غصہ روک لو' اپنی آن کی ہٹ قربان کر دو' دنیا کی محبوبیت نکال دو' اللہ تعالیٰ تمھارا دل اتنا وسیع کر دے گا' تمھارا سلوک اتنا نرم اور فراخ کر دے گا' کہ کل تم اس جنت میں داخلے کے مستحق ٹھہرو گے جس کی وسعت میں زمین و آسمان سما جائیں۔

۲۸

دل کی نرمی اور گداز' محبت کی گرمی اور سوز' رحمت کی ٹھنڈک اور گیرائی---- یہ خیر کثیر ہیں۔ دل میں نرمی ہو گی تو گفتگو میں نرمی ہو گی' الفاظ میں نرمی ہو گی' لہجے میں نرمی ہو گی' لین دین میں نرمی ہو گی۔ **اِیَّاکُمْ وَالرِّفْقِ ۔ مَنْ یُّحْرِمُ الرِّفْقَ یُحْرِمُ الْخَیْرَ کُلَّہٗ۔**

محبت تو فاتح عالم ہے۔ جو چیز نرمی سے حاصل ہو گی وہ سختی سے نہ ہو گی' جو کچھ محبت سے حاصل ہو گا وہ نفرت اور دشمنی سے نہیں۔ **اَلْحُبُّ لِلّٰہِ وَالْبُغْضُ لِلّٰہِ** میں تکمیل ایمان ہے۔ حضورؐ رحمت اللعالمین تھے اور ہیں' مومنین کے لیے رؤف و رحیم ہیں۔ کرخت آواز میں بات کر کے' لین دین میں سختی کر کے' نتھنے پھلا کے' تمھیں کچھ نصیب نہ ہو گا۔ نرمی اور محبت اور رحمت سے دل کو اطمینان اور شیرینی' دنیا میں بالعموم سہولت اور آسانی' اور آخرت میں اللہ کی جنت یقینی ہے۔

۲۹

گناہ گاروں سے نفرت نہ کرنا' گناہوں سے کرنا۔ گناہ گاروں کو ڈانٹ پھٹکار اور لعنت ملامت کر کے ان کے خلاف شیطان کی مدد نہ کرنا' بلکہ ان کے لیے استغفار اور دعائے خیر کر کے شیطان کے خلاف ان کی مدد کرنا۔ اپنے گناہوں پر نگاہ رکھو گے' الا

تُحِبُّوْنَ اَنْ یَغْفِرَ اللّٰہُ لَکُمْ کا ورد کرتے رہو گے' خُلِقَ الْاِنْسَانُ ضَعِیْفًا کو سمجھو گے' یہ جانو گے کہ ہر آدمی کی زندگی نیکی اور گناہ سے بھری ہوئی ہے' اور ہر گروہ میں نیک بھی ہوتے ہیں اور بد بھی' تو تمھیں اپنے ارد گرد گناہ گاروں سے اس طرح معاملہ کرنا آسان ہو گا' جس طرح اللہ اور اس کے رسول چاہتے ہیں۔ اپنی غلطیوں اور گناہوں پر جتنا الاؤنس اپنے کو دیتے ہو' اس سے زیادہ الاؤنس دوسروں کو دو۔ اپنے کو جتنا معافی کا مستحق سمجھتے ہو' اس سے زیادہ مستحق دوسروں کو سمجھو۔ جتنی سختی اپنے اوپر کرتے ہو' اس سے کم سختی دوسروں پر کرو۔ جتنے مطالبات اپنے سے کرتے ہو' اس سے کم اور نرم مطالبات دوسروں سے کرو۔ ان شاء اللہ اس روش میں بڑا خیر پاؤ گے۔

۳۰

صلہ رحمی' اقربا کے حقوق کی ادائیگی' ان کے ساتھ حسن سلوک' میل جول' ان کو یاد رکھنا اور یاد کر لینا' ان کے لیے اپنے مال میں ایک حصہ رکھنا' یہ بہت بڑی نیکی ہے۔ اللہ کو بہت محبوب ہے' یہ کرنے والوں سے وہ محبت کرتا ہے۔ آغاز ہی میں' اللہ تعالیٰ نے گم راہ ہو جانے والوں کی نشانی بیان کی ہے: وَیَقْطَعُوْنَ مَآ اَمَرَ اللّٰہُ بِہٖٓ اَنْ یُّوْصَلَ (البقرہ ۲:۲۷۔ اللہ نے جسے جوڑنے کا حکم دیا ہے اسے کاٹتے ہیں)۔ اس کے بعد ان کے ساتھ احسان' ان پر خرچ کرنا' پڑوسیوں میں قرابت دار پڑوسیوں (وَالْجَارِ ذِی الْقُرْبٰی) اور بے سہارا اور یتیموں میں بھی قرابت داروں کا زیادہ مستحق ہونا (یَّتِیْمًا ذَا مَقْرَبَۃٍ)۔ جگہ جگہ اس کی تاکید کی ہے۔ اس حد تک کہ حیرت ہوتی ہے کہ قرآن پڑھنے والا اور قرآن پر عمل کرنے کا آرزومند اس عظیم نیکی سے کیوں کر غافل ہو جاتا ہے۔ وقت میں سے' توجہ میں سے' محبت میں سے' مال میں سے بھی ان کا حصہ نکالو۔ جب اللہ مال دے' اس میں ان کا حصہ نہ بھولو۔ صلہ رحمی کرو گے تو اللہ تمھارے

رزق میں اور تمہاری عمر میں برکت اور وسعت دے گا (بخاری و مسلم)۔ قیامت کے روز بھی اللہ کی رحمت کے مستحق ہو گے۔ جب اللہ تخلیق خلق سے فارغ ہو گیا' تو رحم نے ہر قطع رحمی کرنے والے سے پناہ مانگی۔ چنانچہ اللہ تعالٰی نے یہ اعلان فرمادیا کہ "جو تجھے جوڑے گا (یعنی قرابت داریوں کو) اس کو میں (اپنی رحمت کے ساتھ) جوڑوں گا' جو تجھے کاٹے گا' اس کو میں اپنی رحمت سے کاٹ دوں گا (بخاری و مسلم)۔

اَلْاَقْرَبُ فَالْاَقْرَبُ کا اصول ملحوظ رکھنا' لیکن کسی کو بھولنا نہیں۔ والدین' اپنے گھر والے' اپنے بھائی بہن' اپنے چچا ماموں' پھوپھی خالہ' اسی طرح درجہ بدرجہ۔ پھر والدین کے دوست و احباب' ان کے محب و محبوب۔ پھر مہمان اور صاحب بالجنب۔ خاص طور پر حضورؐ کے اس ارشاد کو ملحوظ رکھنا کہ اِنَّ ابر البِرِّ صِلَةُ الرَّجُلِ اَهْلَ وُدِّ اَبِیْهِ۔ سب سے بڑی نیکی اپنے باپ کے دوست اور محبوب و محب کے ساتھ تعلق رکھنا ہے۔

۳۱

اختلاف کو برداشت کرنا' اختلاف رائے اور تنقید سے تعلق میں فرق نہ آنے دینا' تنقید کو حلم و تحمل اور فراخ دلی و عالی حوصلگی کے ساتھ سننا' اچھی بات کو قبول کرنا' غلط بات کو نظرانداز کر دینا۔

اپنی غلطی کی ذمہ داری قبول کرنے میں کسی بزدلی کا شکار نہ ہونا' نہ کسی غلطی کے اعتراف میں بخل برتنا' نہ کسی پر تنقید و تعریف کرنے میں فیاض بننا' نہ کسی کی تعریف کرنے میں کنجوسی برتنا۔

کوئی منہ پر برا بھلا کہے تو وہ خود کو ہی برا بھلا کہہ رہا ہے' تم کیوں غصہ کرو۔ کوئی پیٹھ پیچھے برا بھلا کہے تو تمہارا کیا بگڑتا ہے۔ تم جواب نہ دو گے تو فرشتے تمہاری طرف

سے جواب دیں گے۔ تم غصہ' انتقام' ذلت و عزت کے چکر میں پھنس جاؤ گے تو اور دس گناہوں میں مبتلا ہو گے۔ خاموش رہو گے' تو فرشتوں کی نصرت کے علاوہ' برا بھلا کہنے والوں کی نیکیاں بھی تمھیں ملیں گی۔ تمھیں تو' امام ابو حنیفہؒ کی طرح' اسے ہدایا بھیجنا چاہییں' بجائے کہ تم غصے اور انتقام کی آگ میں خود کو جلانا شروع کر دو۔

معترضین کا جواب دینے کے چکر میں بھی نہ پڑنا' خصوصاً بر سر عام۔ ہر معترض کی بات پر ٹھنڈے دل سے غور کر لینا۔ وہ کوئی صحیح بات کہیں' تو اپنی اصلاح کر لینا۔ اگر غلط لکھا ہے تو درگزر کر دینا۔ درگزر کرنے سے تمھارا کچھ نہیں بگڑے گا' عزت میں کوئی کمی نہ آئے گی' تلخی نہ بڑھے گی' دل جیتنے کی شیرینی حصے میں آسکتی ہے۔ لوگوں کے ساتھ اعتراض اور جواب اعتراض میں الجھنے سے زیادہ فضول اور کوئی کام نہیں۔ یہ نہ کرو گے تو وقت بچے گا۔ وہی وقت خیر اور اجر کے حصول میں لگا دینا۔

خاندان میں' گھر میں' احباب میں' پڑوس میں' کاروبار میں' دینی جماعتی زندگی میں--- ہر جگہ ان اصولوں پر عمل کرو گے تو اطمینان اور سکون کی حلاوت پاؤ گے۔ نہیں کرو گے' تو سوزش و الم میں مبتلا ہو گے۔ مخالفین کی ایذا رسانیوں کو معاف کر دینے سے زیادہ لذیذ کوئی مشغلہ نہیں۔ اور جب ہر کام اللہ کے لیے کرنا شروع کر دو گے' تو تمھیں پتا چلے گا کہ یہ تو بڑا آسان کام ہے۔

۳۲

اس دنیاوی زندگی میں ہمیشہ اپنی نظریں اللہ کے دین کی دعوت و اقامت کے نصب العین پر جمائے رکھنا۔ اسی کو آخر دم تک اپنا ہدف و مقصود رکھنا۔ کسی دوسرے مقصد کو اس مقصد پر اور کسی دوسری دلچسپی کو اس دلچسپی پر غالب نہ آنے دینا' خصوصاً دنیا کو۔

ایک آدمی بھی تمہاری وجہ سے ایک نیک کام کرنے لگے' اس سے بڑا صدقہ جاریہ اور کوئی نہیں ہو سکتا۔ اور اگر وہ خود ہی نہ کرے' بلکہ اس کا داعی بھی بن جائے' دوسروں کو بھی اس کام سے لگائے' تو پھر اس ثواب جاریہ میں کئی گنا اضافہ ہو جائے گا۔ یہ نیک کام اگر دعوت کا کام ہو' اقامت دین کی جدوجہد کا کام ہو' اعلائے کلمتہ اللہ کا کام ہو' اجرائے حدود الٰہی اور احیائے سنن نبویؐ کا کام ہو' تو پھر اَضْعَافًا مُّضَاعَفَۃً والا حال ہو گا' اور اس کے علاوہ لَدَیْنَا مَزِیْد کی بشارت بھی پوری ہو گی۔ کسی نیکی کو حقیر نہ جانو' نہ کسی برائی کو کم تر سمجھو۔ اعمال کے مدارج سمجھو' اور ان کے مطابق کام کرو۔ نوافل کی کوئی مقدار بھی ایک فرض کے برابر نہیں ہو سکتی۔ سارے فرائض ادا کرنا ضروری سمجھنا۔ ان میں چوٹی کا فرض جہاد فی سبیل اللہ کا فرض ہے۔ شیطان کے اس فریب میں نہ آنا کہ بڑے بڑے منافع کو چھوڑ کر کم منافع میں مشغول ہو جاؤ۔ اس فریب میں بھی نہ آنا کہ ذرائع میں اس طرح پھنس جاؤ کہ مقصود گم ہو جائیں: یہ اسی لیے کر رہے ہیں کہ اصل مقصد کے لیے بہتر کام کر سکیں' اور اس کا وقت پھر کبھی نہیں آتا۔ اس فریب میں بھی نہ آنا کہ پہلے اپنی اصلاح کر لیں پھر یہ کام کریں گے' پہلے علم حاصل کر لیں' پہلے قول و فعل کی دو رنگی دور کر لیں' پھر کریں گے۔ یاد رکھو ایسا وقت کبھی نہ آئے گا۔ اس فریب میں بھی نہ آنا کہ اچھا' کل سے کریں گے' ذرا اس کام سے فارغ ہو لیں' پھر کریں گے' اس کی نوبت بھی کبھی نہ آئے گی۔

مایوسی کے کینسر سے اپنے آپ کو بچانا۔ آج کل کے حالات میں یہ سب سے عام مرض ہے۔ دنیا میں آگے بڑھنے کے لیے بہترین تدابیر اختیار کرنا' تمہاری عقل پر اللہ تعالیٰ کا حق ہے۔ پسپائی ہو' ہزیمت ہو' لوگ نہ مانیں' نہ ساتھ دیں' تو اس کے اسباب کا کھوج لگانا اور ان کا علاج کرنا بھی دینی ذمہ داری ہے۔ زیادہ سے زیادہ لوگ آئیں' جلد سے جلد آئیں' جلد سے جلد کامیابی ہو' دین غالب ہو' یہ آرزوئیں عین مطلوب

ہیں۔ لیکن بحیثیت ایک فرد کے تو تمھاری آرزو صرف ایک ہونا چاہیے: وہ یہ کہ تم کوشش کا حق ادا کر دو‘ اور جنت کے مستحق ٹھیرو۔ تمھیں اس کے علاوہ اور کچھ مطلوب نہ ہونا چاہیے۔

راہ خدا میں جدوجہد کے ساتھ ساتھ‘ اپنے دل کو شہادت کی آرزو سے بھی آباد و شاداب رکھنا۔ جب تک اللہ تعالیٰ سرشار کر کے شہادت دینے کی منزل اور توفیق سے سرفراز نہ کرے‘ اس وقت تک مال سے‘ عمل سے‘ دعوت سے‘ تقریر سے‘ تحریر سے شہادت میں کوتاہی نہ کرنا‘ اس شہادت میں اپنا حصہ نہ کھونا۔

۴۴

راہ خدا میں جدوجہد کے لیے جماعتی زندگی ناگزیر ہے۔ اپنی اصلاح و تربیت کے لیے بھی‘ راہ خدا میں اپنی استقامت کے لیے بھی۔ جماعتی زندگی کا دامن کبھی ہاتھ سے نہ چھوڑنا۔ نہ جماعتی زندگی کے اصول و آداب کا‘ جن سے نہ صرف جماعت مضبوط ہوتی ہے‘ تم بھی جماعت سے بہت کچھ حاصل کرو گے۔ مقصد سے وابستگی‘ انسانوں کو جوڑنا‘ اور ان کی ساتھ جڑے رہنا‘ سمع و طاعت اور ان کی حدود و آداب‘ مشورے کے اصول‘ پابندی وقت‘ ادائیگی ذمہ داری‘ نصیحت و خیر خواہی --- یہ تو صرف چند ثمرات ہیں۔

جماعتی زندگی میں ایسے مراحل بھی آتے ہیں کہ مایوسی کی کیفیت ہوتی ہے۔ اگر کبھی ایسا ہو تو جماعت کا دامن نہ چھوڑنا۔ اللہ نے وقت دیا‘ اور لکھنے کی توفیق ملی‘ تو میں اپنی کہانی یا اپنی ڈائری لکھ کر جاؤں گا۔ اس سے تمھیں معلوم ہو گا کہ ۱۹۷۰ کے بعد اختلاف‘ مایوسی اور اس میں روز افزوں اضافہ کے باوجود میں نے کس طرح وفاداری اور استقامت کے ساتھ عہد وفا کو وفا کرنے کے تقاضے نبھائے۔ بعض تو

اختلاف اور مایوسی کی پہلی ہی آنچ میں پگھل گئے۔

۳۴

اپنی زندگی میں اقامت دین کرتے ہوئے' یا دوسروں کی زندگی اور معاشرے میں یہ فریضہ ادا کرتے ہوئے' حکمت کی دولت سے کبھی لاپروائی نہ برتنا۔ اس ضمن میں حکمت دین کے موضوع پر میں اپنی تقریر اور اکتوبر تا دسمبر ۱۹۹۶ کے "ترجمان القرآن" کے اشارات خاص طور پر پڑھنے کی تاکید کروں گا۔ اس حکمت میں تیسیر و تدریج کا اصول' تعمّق و تشدد سے اجتناب' دونوں کی پابندی بہت اہم ہے۔ جزئی و فروعی مسائل میں دار و گیر اور بحث و مباحثہ سے اجتناب کرنا۔ عامتہ الناس سے غیر ضروری کشمکش اور ناراضی ہرگز مول نہ لینا۔ ان کی مختلف آرا یا غلطیوں کی بھی اچھی تاویل کرنا۔ ان کی راہ سے نہ ہٹنا' الا یہ کہ معصیت الٰہی صادر ہو رہی ہو۔ حرام حلال کا لفظ استعمال کرنے میں شدید احتیاط برتنا' بلکہ حتی الوسع اجتناب ہی کرنا کہ سلف کا طریقہ یہی تھا۔

۳۵

گھر' اپنا گھر' تمھارے اختیار میں ہے۔ اس گھر میں اللہ کے کلمہ کو غالب رکھنا' اللہ کی حکومت قائم کرنا' اسے اللہ کی مرضی کے مطابق بنانا اور چلانا تمھارا سب سے بڑا اور اہم کام ہونا چاہیے۔ اپنی ذات کے بعد' تم سے انھی چیزوں کے بارے میں سوال اور مواخذہ ہو گا' جو تمھارے اختیار میں ہیں۔ ان میں سب سے اہم تمھارا گھر ہے۔ گھر کی اصلاح تمھاری ذات کی اصلاح پر منحصر ہے اور تمھاری ذاتی اصلاح گھر کی اصلاح پر۔ گھر اللہ کی مرضی کے مطابق چلے گا' تو تمھیں اطمینان و سکون کی بیش بہا

دولت نصیب ہو گی۔ آج کوئی گھر باہر سے آنے والے اثرات سے محفوظ نہیں ہو سکتا۔ پھر بھی تمھاری کوششوں سے بہت کچھ ہو سکتا ہے۔

قُوْٓا اَنْفُسَکُمْ وَاَھْلِیْکُمْ نَارًا (بچاؤ اپنے آپ کو اور اپنے گھر والوں کو آگ سے) گھر کی زندگی کے لیے رہنما اصول ہو۔ گھر چلانے اور گھر میں باہمی تعلقات میں یہی روح جاری و ساری اور کارفرما ہو۔ گھر کا سازوسامان ہو' گھر کا کھانا پینا ہو' بچوں کی تعلیم ہو' ان کی تربیت ہو' ان کے شوق ہوں' ان کا مستقبل ہو' میاں بیوی کا تعلق ہو' بچوں کے ساتھ برتاؤ ہو' ملازموں کے ساتھ سلوک ہو' --- یہی پیش نظر رکھنا کہ کوئی بات ایسی نہ ہو جو اللہ کی آگ کا مستحق بنائے۔ جتنا تم اس پر نظر رکھو گے' اس کا اہتمام رکھو گے' اتنا گھر کی زندگی جنت بنے گی' اور جنت کے حصول کا ذریعہ ثابت ہو گی۔

اس کے یہ معنی نہیں کہ آگ کا سوچتے رہنے سے گھر دنیا کے مزوں اور تفریحوں سے خالی ہو جائے گا۔ نہیں' بلکہ اس کے باوجود دل جوئی اور مودت بھی ہو گی' باہمی پیار بھی ہو گا' عفو و درگزر بھی ہو گا' حلال و طیب سے لذت اندوزی بھی ہو گی' مناسب سامان زینت بھی ہو گا--- اس لیے کہ یہ سب اللہ کی آگ سے بچنے کے لیے ضروری ہے۔

کوئی دو انسان ایک جیسے نہیں ہوتے۔ جب ایک جگہ ہر دم رہنا ہو تو کھٹ پٹ' ناراضی اور اختلاف سے مفر نہیں۔ لیکن شوہر یہ یاد رکھیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے گھر میں کیسے شوہر تھے' آپؐ نے اس بارے میں کیا ہدایات دی ہیں۔ عورتوں کی دل جوئی کو ان کا حق قرار دیا ہے۔ سفر میں جاتے تو کسی کو ساتھ لے جاتے۔ روزانہ ان کے ساتھ وقت گزارنے کا اہتمام کرتے۔ ان کے ہنسی مذاق میں شریک ہوتے۔ ان کو تفریح بھی کراتے۔ ان کے ساتھ دوڑ بھی لگائی۔ اور فرمایا: ایمان

میں کامل وہ ہیں جو اخلاق کا حسن رکھتے ہیں' اور تم میں سب سے اچھے وہ ہیں جو اپنی عورتوں کے لیے اچھے ہیں (ترمذی)۔

شوہروں نے عورتوں کی تادیب کی تو حضورؐ کی ازواج کے پاس کثرت سے عورتیں شکایت لے کر پہنچ گئیں۔ آپؐ نے فرمایا: کثرت سے عورتیں اپنے شوہروں کی شکایت کرنے میری بیویوں کے پاس آئی ہیں۔ ایسے لوگ تم میں اچھے لوگ نہیں ہیں۔ فرمایا: عورتوں سے نرمی اور خیر کا برتاؤ کرو۔ فرمایا: کوئی مومن مرد کسی مومن عورت کو ناپسند نہ کرے۔ اگر اس کی کوئی عادت ناگوار ہے' تو کوئی دوسری ایسی بھی ہو گی جو اسے اچھی لگے (اور یہی معاملہ مردوں کے حوالے سے عورتوں کے لیے بھی ہے)۔

شکستہ توقعات اور کسر و انکسار پر آمادہ نہ ہونا' یہی تعلقات کی خرابی کی اصل وجوہ ہیں۔

بچوں کی عزت نفس کا خیال رکھنا' لیکن ان کی تربیت میں کوئی کمی نہ کرنا۔ یاد رکھنا کہ بچوں سے بڑھ کر دو رنگی کو پہچاننے والا اور کوئی نہیں ہوتا۔ اس لیے گھر میں تم اور کچھ کرو نہ کرو' قول و فعل کی دو رنگی سے خود کو ضرور بچانا۔

بچوں کو آداب کی تعلیم ضرور دینا۔ سلام و ملاقات کے' بڑوں کی خدمت و احترام کے' گفتگو کے' مہمانوں کی میزبانی کے' کھانے پینے کے' اور ایسے ہی دیگر آداب۔

میری تمنا تھی کہ تمھارے بچے پہلے قرآن ختم کریں۔ قرآن سے محبت اور تعلق ان کے دلوں میں بیٹھ جائے۔ وہ انگریزی اسکولوں میں نہ جائیں۔ اس عمر میں ان کے حافظوں کی لوحوں پر بابا بلیک شیپ کے گانے نہ کندہ ہوں' قرآن کی آیات' حضورؐ کے ارشادات' نعتیں' اقبال و حالی جیسے شاعروں کا کلام' دینی ادب کے شہ پارے نقش ہوں۔ یہ سب تو نہ ہو سکا۔ بس اب کم سے کم قرآن اور دینی ادب کی تعلیم جتنی دے

سکو' اور اس طرح دے سکو کہ ان کی اہمیت اور محبت بھی دل میں بیٹھتی جائے تو میری روح کو بہت خوشی ہو گی۔

میں ٹی وی کے حرام ہونے کا فتویٰ نہیں دیتا۔ لیکن خدا کے لیے اپنے گھروں کو اس لعنت اور گندگی سے پاک رکھنا' فحش و عریاں تصاویر اور رسالوں اور کتابوں سے بھی۔ گھر کی فضا کو جتنا پاکیزہ بنا سکو اور رکھ سکو اتنا ضرور بنانا اور رکھنا۔

گھر میں باقاعدہ اجتماع ہو سکے تو اچھا ہے' لیکن روز مرہ کے معمولات میں اللہ کی یاد اور بھلائیوں کی تلقین اور برائیوں سے اجتناب کی نصیحت کو ضرور سمونا۔ جہاد اور شہادت کے قصے بھی سنانا۔

۳۶

جن جن باتوں کی میں نے وصیت کی ہے' ان پر عمل کرنے کے لیے تمھیں قوت و استعداد کی ضرورت ہو گی۔ اس قوت کا سرچشمہ یہ یقین' اس بات کا دھڑکا' اور اس وقت کی تیاری ہے کہ --- اللہ کے پاس جانا ہے' اس سے ملاقات کرنا ہے' اصل کامیابی وہیں کی کامیابی ہے' اصل زندگی وہی ہے۔ تم کو ایک دفعہ اس بات کا فیصلہ کرنا ہے' کرنا چاہیے' اور جتنا جلد کر لو اتنا اچھا ہے کہ تمھیں ہر کام اسی لیے کرنا ہے' ہر لمحہ اسی طرح گزارنا ہے' ہر پیسہ اسی لیے خرچ کرنا ہے' ہر تعلق اسی طرح کرنا ہے کہ وہ آخرت میں تمھارے کام آئے۔ وَلْتَنْظُرْ نَفْسٌ مَّا قَدَّمَتْ لِغَدٍ (الحشر ۵۹:۱۸۔ اور ہر شخص یہ دیکھے کہ اس نے کل کے لیے کیا سامان کیا ہے)' اکثر لوگ دو کشتیوں میں سوار ہو کر چلنے کی کوشش کرتے رہتے ہیں' دونوں ہی میں نقصان اٹھاتے ہیں۔ تم فیصلہ کر لو کہ تمھیں دنیا کی پوری زندگی سے آخرت اور صرف آخرت کمانا ہے۔ دنیا کمانا ہے تو وہ بھی اسی لیے کہ اس سے آخرت کمانا ہے۔

اَلَّذِيۡنَ يَظُنُّوۡنَ اَنَّهُمۡ مُّلٰقُوۡا رَبِّهِمۡ وَاَنَّهُمۡ اِلَيۡهِ رٰجِعُوۡنَ (البقرہ ۲:۴۶)۔ جو سمجھتے ہیں کہ آخرکار انھیں اپنے رب سے ملنا اور اسی کی طرف پلٹ کر جانا ہے) میں تم شامل ہو جاؤ گے' تمھیں خشوع حاصل ہو گا' (خشوع نہ ہو تو علم کی بڑی سے بڑی مقدار بے کار ہے)' خشوع حاصل ہو گا تو صبر اور صلوٰۃ کی راہ آسان ہو گی' اور یہ دونوں ہی دین اور دنیا کی تمام بھلائیوں کی کنجیاں ہیں۔

تقویٰ جو کامیاب زندگی کا عنوان ہے' اس کا راز بھی اسی فیصلے' اور اس پر استقامت میں پوشیدہ ہے کہ آخرت مطلوب ہے۔ دنیا کی ہر دلچسپی اور ہر شغل سے آخرت ہی کمانا ہے۔ اسی کو ہر وقت نگاہ میں رکھنا۔ پھر تقویٰ حاصل ہو گا' آسمان و زمین سے برکتیں نازل ہوں گی' ہر مخمصے سے نجات کا راستہ ملے گا' رزق اس طرح اور ایسے ذرائع سے ملے گا کہ وہم و گمان میں نہ ہو گا' ہر کام میں آسانی ہو گی' اور تم جنت کے وارث ہو گے۔ اس مقصد کے لیے موت اور منازل آخرت کو کثرت سے یاد کرنا۔

۳۷

آخرت کے لیے ارادہ' اس کو ہدف و مقصود بنانا' اور اس کے لیے سعی جیسا کہ اس ارادہ کا حق ہے۔ یہ اسی وقت حاصل ہو گا جب تم ایمان بالغیب کی نعمت حاصل کرو گے۔ اللہ ہو یا آخرت' دونوں ہی غیب میں ہیں۔ وہ حقیقتیں جو حواس کی گرفت سے باہر ہیں' بصارت و بصیرت سے پوشیدہ ہیں' ان پر ایمان و یقین سے ہی تمھارا ارادۂ آخرت اور اس کی کوشش میں استحکام و قوت حاصل ہو گی۔ جنت اور دوزخ تمھارے سامنے نہیں' اس کے بغیر ہی ایک کی طلب و لالچ اور دوسری کی نفرت و خوف تمھیں حاصل ہو۔ رحمٰن کو بھی تم نے دیکھا نہیں لیکن اس پر بھی ایمان رکھو اور

اس کی خشیت اپنے دل میں پیدا کرو۔

۳۸

ایمان کی حلاوت پانے کے لیے اللہ اور اس کے رسولؐ سے محبت کو دل میں بساؤ۔ ان سے محبت ہو گی تو ایمان رگ رگ میں اتر جائے گا' دل کی گہرائیوں میں جگہ بنائے گا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَشَدُّ حُبًّا لِّلّٰهِ۔ (البقرہ ۲:۱۶۵۔ اور جو لوگ ایمان لائے ہیں سب سے بڑھ کر اللہ کو محبوب رکھتے ہیں)۔

اللہ کے رسولؐ نے فرمایا ہے: تم حقیقی معنوں میں پوری طرح مومن نہیں ہو سکتے جب تک میں تمھیں دنیا کی ہر چیز سے بڑھ کر محبوب نہ ہو جاؤں۔

اس محبت کی معرفت کوئی مشکل کام نہیں۔ تم میں سے ہر ایک محبت کے مزے سے آشنا ہے۔ اس سے قرب کے لیے بے تابی' اس کا نام لینے میں لذت' اس کے ذکر اور بار بار ذکر کی خواہش' اس کی محبت کی جستجو' اس کی ناراضی کا خوف---بس یہ دیکھتے رہو کہ یہ کتنا حاصل ہے۔ دل میں جھانک کر دیکھو' کہ وہاں اللہ کا کیا مقام ہے۔ بس وہی مقام تمھارا اللہ کے ہاں ہو گا۔

اس محبت کے حصول کا نسخہ بھی بہت آسان ہے۔ رسول اللہؐ کا اتباع' آپؐ کے نقش قدم پر چلنا' آپؐ کی طرح زندگی بسر کرنا' آپؐ کے رنگ میں رنگنا' انھی مقاصد کا محبوب ہونا جو آپؐ کو محبوب تھے' انھی راہوں پر چلنا جو آپؐ کو محبوب تھیں' قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ (آل عمران ۳:۳۱۔ اے نبیؐ لوگوں سے کہہ دو' اگر تم حقیقت میں اللہ سے محبت رکھتے ہو' تو میری پیروی اختیار کرو' اللہ تم سے محبت کرے گا)۔

اس کے لیے دعا بھی مانگتے رہو۔

اَللّٰھُمَّ اِنِّیۡ اَسْئَلُکَ حُبَّکَ وَحُبَّ مَنْ یُحِبُّکَ وَحُبَّ عَمَلٍ یُقَرِّبُنِیۡ اِلٰی حُبِّکَ۔ (اے اللہ میں تجھ سے تیری محبت مانگتا ہوں اور اس کی محبت مانگتا ہوں جو تجھ سے محبت کرتا ہے اور ہر اس عمل کی محبت مانگتا ہوں جو مجھے تیری محبت سے قریب لے آئے)۔

اَللّٰھُمَّ اجْعَلْنِیۡ اُحِبُّکَ بِقَلْبِیۡ کُلِّهٖ وَاُرْضِیۡکَ بِجَھْدِیۡ کُلِّهٖ۔ (اے اللہ' مجھے میرے پورے دل سے اپنے سے محبت کرنے والا بنا دے اور میں اپنی ساری کوشش تجھے راضی کرنے میں لگا دوں)۔

اَللّٰھُمَّ اجْعَلْ حُبَّ قَلْبِیۡ لَکَ کُلَّهٗ' وَسَعْیِیۡ کُلَّهٗ فِیۡ مَرْضَاتِکَ۔ (اے اللہ' میرے دل کی ساری محبت اپنے لیے کر دے' اور میری ساری کوششیں تیری رضا کے لیے ہوں)۔

اللہ کی نعمتوں کو کثرت سے یاد کرو' اس کے احسانات کو یاد کرو' ان کا تذکرہ کرو' جتنا کر سکو۔ ہر قسم کی نعمتیں' عام بھی اور خاص بھی' معنوی و روحانی بھی اور مادی بھی' چھوٹی بھی اور بڑی بھی' ان سب کا تذکرہ کرو۔

۳۹

کتنی بھی کوشش کرو' یہ یاد رکھنا کہ گناہوں سے بچنا ممکن نہیں۔ کُلُّکُمْ مُذْنِبٌ کُلُّکُمْ خَطَّاؤُنَ (تم سب گناہ گار ہو' تم سب خطاکار ہو)۔ اگر تم گناہ نہ کرتے' اللہ دوسری مخلوق پیدا کرتا' ان کو اختیار کی آزادی دیتا' وہ گناہ کرتے' استغفار کرتے' پھر وہ ان کو معاف کر دیتا۔ اس لیے اپنے گناہوں سے ہمت نہ ہارنا' حوصلہ نہ کھونا' مایوسی کے پھندے میں نہ پھنسنا' استغفار کرنا' اور اپنے رب کی راہ پر چلتے رہنا۔ اس کا دست کرم ہر وقت پھیلا ہوا ہے۔ وہ خود بلاتا ہے کہ آؤ اور گناہ بخشواؤ۔

یَدْعُوْکُمْ لِیَغْفِرَلَکُمْ' صبح کو بلاتا ہے کہ رات کے گناہ گار آئیں' شام کو ہاتھ پھیلاتا ہے کہ دن کے گناہ گار آئیں' استغفار کریں تاکہ وہ ان کو بخش دے۔

استغفار میں جلدی کرنا۔ گناہ ہوتے ہی ہاتھ پھیلا دینا' دل پر سے داغ دھل جائے گا اور وہ چمک اٹھے گا۔ اندھیرا چھٹ جائے گا' روشنی ہو جائے گی۔ جو ایمان دل سے نکل گیا ہو گا' وہ واپس آجائے گا۔ ان چیزوں میں دیر نہ لگنا چاہیے۔

کثرت سے استغفار کرنا۔ حضورؐ ایک دن میں ۱۰۰ مرتبہ سے زیادہ استغفار کرتے تھے۔ ایک ہی گناہ بار بار سرزد ہو' بار بار استغفار کرنا۔ گناہ کا بار بار ہونا تمھیں استغفار سے عاجز نہ کرے۔ بار بار گناہ کرنا اور بار بار استغفار کرنا' گناہ پر اصرار کی تعریف میں نہیں آتا۔ گناہ ڈھٹائی سے کرنا' اس کے بعد نادم نہ ہونا' اس کے لیے تاویل کرنا' جواز فراہم کرنا' یہ چیزیں اصرار کی تعریف میں آتی ہیں۔ ان سے اللہ تعالیٰ ناراض ہوتا ہے۔

گناہ کے بعد آنسو بہالینا۔ اس میں کمی نہ کرنا۔ کچھ تلافی اور کفارہ بھی اپنے اوپر عائد کرنا' کچھ صدقہ مال کا' کسی کے لیے عفو و درگزر' کچھ رکعات نماز کی۔

توبہ اور استغفار میں جلدی کرنا چاہیے' اس کا دروازہ ہر وقت کھلا ہے۔ لیکن اس کا بہترین وقت فجر سے قبل سحر کا ہے۔ چند لمحات کے لیے ہی توفیق ہو' پیشانی ٹیک کر' آنسو بہا کر استغفار کرنا' ضرور کرنا۔

بندوں کے حقوق کے باب میں گناہ ہو تو ندامت اور استغفار کے ساتھ حقوق کی ادائیگی' نقصان کی تلافی اور معافی بھی ضروری ہے۔

استغفار سے نہ صرف اس مغفرت کا دروازہ کھلے گا جو جنت میں داخلہ کے لیے ضروری ہے۔ وَسَارِعُوْٓا اِلٰی مَغْفِرَةٍ مِّنْ رَّبِّکُمْ وَجَنَّةٍ عَرْضُهَا السَّمٰوٰتُ وَالْاَرْضُ (آل عمران ۳:۱۳۳)۔ دوڑ کر چلو اس راہ پر جو تمھارے رب کی بخشش اور اس کی جنت کی

طرف جاتی ہے' جس کی وسعت زمین اور آسمانوں جیسی ہے) بلکہ دنیاوی خوش حالی' مسائل کا حل اور تنگی میں فراخی نصیب ہو گی۔

۴۰

آخری بات یہ کہوں گا کہ جو کچھ اللہ کی رحمت ملے گی' مغفرت ملے گی' نعمت ملے گی' ابدی راحت ملے گی' رب کی خوشنودی ملے گی' وہ تمھاری اپنی کوشش سے ملے گی' اپنی محنت سے ملے گی' کچھ کرنے سے ملے گی۔ جو انعام ہے وہ محنت کا' عمل کا' سعی کا ہے۔ فَلَا تَعۡلَمُ نَفۡسٌ مَّآ اُخۡفِیَ لَهُمۡ مِّنۡ قُرَّةِ اَعۡیُنٍ ۚ جَزَآءًۢ بِمَا كَانُوۡا یَعۡمَلُوۡنَ (السجدہ ۳۲:۱۷۔ پھر جیسا کچھ آنکھوں کی ٹھنڈک کا سامان ان کے اعمال کی جزا میں ان کے لیے چھپا رکھا گیا ہے اس کی کسی متنفس کو خبر نہیں ہے)۔ وَاَنۡ لَّیۡسَ لِلۡاِنۡسَانِ اِلَّا مَا سَعٰی (النجم ۵۳:۳۹۔ اور یہ کہ انسان کے لیے کچھ نہیں ہے' مگر وہ جس کی اس نے سعی کی ہے)' وَاَنَّ سَعۡیَهٗ سَوۡفَ یُرٰی ۪ ثُمَّ یُجۡزٰىهُ الۡجَزَآءَ الۡاَوۡفٰی (النجم ۵۳:۴۱۔ پھر اس کی پوری جزا اسے دی جائے گی۔

زندگی' سب سے قیمتی چیز ہے۔ تم اس کی ذمہ داری سنبھالو' جس طرح دکان دار اپنی دکان کی' تاجر اپنی تجارت کی اور کسان اپنے کھیت کی ذمہ داری سنبھالتا ہے۔ باگ اپنے ہاتھ میں لو' مال فراہم کرو' بیج ڈالو' صبح وقت پر دکان کھولو' شام کو وقت پر بند کرو' روز کا حساب کر لو۔ جب تم خود کو اور اپنی زندگی کو بنا سنوارنے کے لیے آگے بڑھو گے' اس کی دھن تم پر سوار ہو جائے گی' اسی کے لیے کام کرو گے' تو اللہ تعالیٰ خود تمھارے لیے ترقی کی راہیں کھولتا جائے گا' یہ اس کا وعدہ ہے' وَالَّذِیۡنَ جَاهَدُوۡا فِیۡنَا لَنَهۡدِیَنَّهُمۡ سُبُلَنَا (العنکبوت ۲۹:۶۹۔ جو لوگ ہماری خاطر مجاہدہ کریں گے انھیں ہم اپنے راستے دکھائیں گے)۔

اس کو دو ہی چیزیں مطلوب ہیں: ایک ' ارادہ ' دوسرے ' سعی و کوشش۔ دونوں ایمان کے ساتھ۔ پھر اس کی طرف سے قدر دانی اور اکرام میں کمی نہ پاؤ گے ' وَمَنْ اَرَادَ الْاٰخِرَةَ وَسَعٰى لَهَا سَعْيَهَا وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَاُولٰٓئِكَ كَانَ سَعْيُهُمْ مَّشْكُوْرًا (بنی اسرائیل ۱۷:۱۹۔ اور جو آخرت کا خواہش مند ہو اور اس کے لیے سعی کرے جیسی کہ اس کے لیے سعی کرنی چاہیے ' اور ہو وہ مومن ' تو ایسے ہر شخص کی سعی مشکور ہو گی)۔

اپنے اعمال سے ڈرتے رہو ' اللہ سے خشیت اختیار کرو ' جو رحمان و رحیم ہے۔ مگر اس کی رحمت اور وعدوں کی سچائی پر یقین رکھو۔ اس سے امیدیں لگائے رکھو۔ خوف اور لالچ کی ساتھ اسے پکارو۔ اور اس بات کا ورد کرتے رہو: كَانَ بِالْمُؤْمِنِيْنَ رَحِيْمًا۔

اپنے مستقبل کے بارے میں سوچتا ہوں تو امید و بیم کی کیفیت ہے ' خوف غالب ہے۔ اللہ سے کوئی بعید نہیں کہ آخر وقت آنے تک امید غالب ہو جائے۔ اپنی بداعمالیوں پر افسوس اور ندامت ہے ' شرمندگی ہے۔ اَلسّٰبِقُوْنَ اور اَلْمُقَرَّبُوْنَ کا ذکر پڑھتا ہوں تو ایک ہوک سی سینے میں اٹھتی ہے۔ کچھ ایسا مشکل بھی نہ تھا ' وَاُزْلِفَتِ الْجَنَّةُ لِلْمُتَّقِيْنَ غَيْرَ بَعِيْدٍ۔ (ق ۵۰:۳۱۔ جنت متقین کے قریب لے آئی جائے گی ' کچھ بھی دور نہ ہو گی) لیکن سب مواقع ضائع کر دیے۔ بلاوجہ گناہوں کا بوجھ لادا۔ ایسے گناہ کہ سوائے بربادی کے کچھ نصیب نہ ہو۔ یہ لالچ تو ترک کرنا مشکل ہے کہ وہاں پر مقربین و سابقین کے ساتھ الحاق ہو ' لیکن یہ ایک محال خواب و خیال لگتا ہے۔ پھر اصحاب یمین کا سوچتا ہوں ' جن کے نیک اعمال زیادہ وزنی ہوں گے ' سلامتی ان کا مقدر ہو گی۔ برے اعمال بھی لائیں گے۔ دونوں پلڑوں پر نظر ڈالتا ہوں ' تو یہاں بھی امید نہیں بندھتی کہ ان کے زمرے میں شامل ہونے کا مستحق بن سکا ہوں۔ یہ تو بہت

ہی آسان تھا۔ پھر اصحاب شمال' اصحاب جہنم کا ذکر پڑھتا ہوں تو بھی یقین نہیں آتا کہ اتنا برا ہوں کہ ان میں شامل ہو جاؤں گا۔ پھر کیا ہو گا؟ کن کے زمرے میں شامل ہوں گا؟ تو اپنا حال ایسا لگتا ہے کہ وَآخَرُونَ اعْتَرَفُوا بِذُنُوبِهِمْ سینا۔ خَلَطُوا عَمَلًا صَالِحًا وَّآخَرَ سَيِّئًا ' عَسَى اللّٰهُ أَنْ يَّتُوبَ عَلَيْهِمْ ۔ إِنَّ اللّٰهَ غَفُورٌ رَّحِيمٌ۔ (التوبہ ۹:۲۔ کچھ اور لوگ ہیں جنھوں نے اپنے قصوروں کا اعتراف کر لیا ہے۔ ان کا عمل مخلوط ہے' کچھ نیک ہے اور کچھ بد۔ بعید نہیں کہ اللہ ان پر پھر مہربان ہو جائے کیونکہ وہ درگزر کرنے والا اور رحم فرمانے والا ہے)۔ عمل صالح بھی ہیں 'گناہ بھی ہیں' خلط ملط ہیں' کچھ پتا نہیں کہ کس کا پلڑا بھاری ہے' دونوں ہی بہت زیادہ ہیں۔ اپنے گناہوں کا اعتراف بھی ہے۔ ان کا بھی جن کو جانتا ہوں' ان کا بھی جن کو نہیں جانتا۔ جس دن سب دیکھ کر فَاعْتَرَفُوا بِذُنُوبِهِمْ کی کیفیت اس حسرت کے ساتھ آئے گی کہ لَوْ كُنَّا نَسْمَعُ أَوْ نَعْقِلُ' اس سے پہلے ہی یہیں سب کا اعتراف ہے' اقرار ہے۔ روز کہنے کی کوشش کرتا ہوں اَلْمُقِرُّ الْمُعْتَرِفُ بِذَنْبِي اِلَيْكَ ۔ لَوْ كُنَّا نَسْمَعُ أَوْ نَعْقِلُ کی حسرت کے آنسو بھی آج ہی حاضر ہیں۔ اس لیے امید بندھتی ہے۔

غفور و رحیم نظر کرم فرمائے' توجہ فرمائے' آغوش رحمت کو وا کرے' اعمال نامہ برسرعام نہ دے' اسے نشر نہ کرے' پردے کا معاملہ پردے ہی میں رہے' لوگوں کے حسن ظن ہی کا خیال رکھ لے کہ اتنے بندوں کا حسن ظن غلط نہ ثابت ہو' اور مغفرت و رحمت سے ڈھانپ لے۔ اس رحمت کے علاوہ تو کسی کا بھی کوئی سہارا نہیں۔ جو مقرب ترین تھے وہ بھی کہہ گئے کہ اِلَّا أَنْ يَّتَغَمَّدَنِيَ رَحْمَةٌ۔ اور کوئی آسرا نہیں۔ تین دفعہ پڑھتا ہوں اور کان لگے رہتے ہیں کہ کوئی صدائے دل نواز آئے: اٹھ' تیرے گناہ معاف کر دیے گئے۔

اِنَّ مَغْفِرَتَكَ اَوْسَعُ مِنْ ذُنُوبِيْ وَرَحْمَتَكَ اَرْجٰى عِنْدِيْ مِنْ عَمَلِيْ (بے شک تیری مغفرت میرے گناہوں سے زیادہ وسیع ہے اور مجھے تیری رحمت کا آسرا ہے' نہ

کہ اپنے عمل کا)۔

کئی دفعہ مدینہ منورہ میں حاضری کے موقع پر چشم تصور اسی نظارہ کی دید کی آرزو میں بھی ہے' اور درود پڑھتے ہوئے' بہ پائے خواجہ چشماں را بمالیم' سوچتے ہوئے اسی وعدے کی تکمیل کی آرزو سینے میں رہی:

وَلَوْ اَنَّهُمْ اِذْ ظَّلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ جَآءُوْكَ فَاسْتَغْفَرُوا اللّٰهَ وَاسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُوْلُ لَوَجَدُوا اللّٰهَ تَوَّابًا رَّحِيْمًا۔ (النساء ۴:۶۴۔ اگر انھوں نے یہ کیا ہوتا کہ جب یہ اپنے نفس پر ظلم کر بیٹھے تھے تو تمھارے پاس آ جاتے اور اللہ سے معافی مانگتے اور رسولؐ بھی ان کے لیے معافی کی درخواست کرتا تو یقیناً اللہ کو بخشنے والا رحم کرنے والا پاتے)۔

بس حسرت اور آرزو' آرزو اور حسرت--- یہی حاصل زندگی ہے۔

ان مراحل میں تم سب کا عمل' ان خیر کی باتوں پر جو میں نے یہاں جمع کر دی ہیں' یا جو کبھی بیان کی ہیں' لکھی ہیں' میرے لیے سب سے قیمتی ہدیہ ہو گا' میری سب سے بڑی خدمت ہو گی' میرے ساتھ سب سے بڑا تعلق ہو گا' اور اس کے لیے میں تمھارا سب سے بڑھ کر احسان مند ہوں گا۔

اُوْصِيْكُمْ بِتَقْوَى اللّٰهِ كَمَا قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى: وَلَقَدْ وَصَّيْنَا الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلِكُمْ وَاِيَّاكُمْ اَنِ اتَّقُوا اللّٰهَ ۔ اِتَّقُوا اللّٰهَ حَقَّ تُقٰتِهٖ وَلَا تَمُوْتُنَّ اِلَّا وَاَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ۔ اِسْتَوْدِعِ اللّٰهُ دِيْنَكُمْ وَخَوَاتِيْمَ اَعْمَالِكُمْ۔

(میں تمھیں اللہ سے تقویٰ کی نصیحت کرتا ہوں' جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: تم سے پہلے جن کو کتاب دی تھی انھیں بھی یہی ہدایت کی تھی اور اب تم کو بھی یہی ہدایت کرتے ہیں کہ اللہ سے تقویٰ اختیار کرو (النساء ۴:۱۳۱۔ اللہ سے ڈرو جیسا کہ اس سے ڈرنے کا حق ہے۔ تم کو موت نہ آئے مگر اس حال میں کہ تم مسلم ہو (آل عمران ۳:۱۰۲۔ میں تمھارا دین اور تمھارے اعمال کے انجام' اللہ کے سپرد کرتا ہوں)